



URDU Gif Format

نمازِ عید کے بعد معانقہ کے جائز ہونے کا ثبوت

وِشَاحُ الْجَبِيدِ فِي تَحْلِيلِ مَعَانِقَةِ الْعِيدِ

۱۴۱۲ھ

مصنف:

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا

ALAHAZRAT NETWORK

اعلیٰ حضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

وِشَاخُ الْجَيِّدِ فِي تَحْلِيلِ مُعَانِقَةِ الْعِيدِ

(نماز عید کے بعد معانقہ کے جائز ہونے کا ثبوت)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تمام تعریف اللہ کے لئے، جس کی عید رحمت پر درود و نیک
کو محیط ہے۔ اور جس نے اہل ایمان کی عیدوں کو صفائی
دے دی اور معافی و عید سے بظلمت کیا۔ اور بہتر درود اور
کامل ترین سلام جو ان پر جس کی عید جمال (ان کی) عید
خجروہ نوال سے ہم آغوش ہے۔ جن کا چہرہ زیب بھی عید
اور دستِ عطا بھی عید۔ ہر خوش نصیب ان دونوں سے
فیروز مند ہے اور ان کی آل و اصحاب دونوں جماعتوں پر
جو ایام ایمان کی دو عیدیں ہیں اور ہر اس شخص پر جس
کی گردن گوہر حقین سے آراستہ مخلوق شہادتین سے
ہمکنار ہے لایہ درود و سلام ہوں) جنبہ تک روز
شب یا ہم بظلمت اور دونوں عیدیں یکے بعد دیگرے
درود پذیر رہیں۔ اللہ انہیں عید دے اسلام اور جنت
میں عید دیدار کی مبارکباد سے نوازے۔ (ت)

العيد لله الذي عید رحمة وسع كل قريب
ويعید، وجعل اعياد المؤمنين مُعَانِقَةً
بعض الوعد وعفو العید، وفضل العید
واكمل السلام على من تعانق عید جماله
يعید نواله، فوجه عید، وید
عید، ليسعد بهما كل سعيد، وعلى
حزب الأهل والاصحاب الذين هم
العيدان لآيام الإيمان، وعلى كل من عانق عید
وِشَاخُ الشَّهَادَتَيْنِ بِجَمْعَانِ الْإِيقَانِ مَا تَعَانَقَ
الْمَلَوَانِ، وتوارد العيدان، هَتَأَهُمُ اللَّهُ
بِأَعْيَادِ الْإِسْلَامِ، وعید الویة قلب
دار السلام، ولذا یه مزید، وانه یبید
ويعید۔

اَمَّا بَعْدُ چند سال ہوئے کہ روزِ حیدر اعلیٰ بعض تلامذہ مولوی لنگوہی نے بعض اہلسنت پر دوبارہ معافیت
طلبی و انکار کیا کہ :

”شرع میں معافیت صرف قادمِ سفر کے لئے وارد ہوا، بے سفر پرعت و ناروا۔ میں نے اپنے اساتذہ
سے یوں ہی سنا۔“

ان شیعوں نے اس باب میں فقیر حیدر علیؒ امد رضا محمدیؒ کی حنفی قادری برکاتی بریلوی غفر اللہ لہ وحق
اُلملہ سے سوال کیا فقیر نے ایک مختصر فتویٰ لکھ دیا کہ احادیث میں معافیت سفر و بے سفر دونوں کا اثبات اور تخصیص سفر
ترشیدہ حضرات نے بحمد اللہ اس تحریر کا یہ نفع ہوا کہ ان صاحب نے اپنے دعویٰ سے انکار کر دیا کہ
”نہیں اس تخصیص کا مدعی تھا نہ اپنے اساتذہ سے نقل کیا۔“

غیر یہ بھی ایک طریقہ توبہ رجوع ہے اور الزام کذب بھی زائل و مدفوع ہے کہ جب اپنے معبود کا کذب ممکن
ہو، کیا عجب کہ اپنے واسطے فرض و واجب مانیں۔

فل قادم سفر، سفر سے آنے والا۔ (مترجم)

فل یعنی میں نے اپنے فتوے میں لکھا کہ سفر سے آنے کی حالت اور اس کے علاوہ احوال میں بھی احادیث سے معافیت
کا جائز ہونا ثابت ہے، اور معافیت کا جواز محض آپ سفر کی حالت سے خاص کر نا، ان حضرات کی اپنی گھڑی ہوئی بات ہے
حدیث و فقہ سے اس پر کوئی معتبر دلیل ہرگز نہیں۔ (مترجم)

فل جب انہوں نے اپنے دعوے سے انکار کر دیا تو اتنا ظاہر ہو گیا کہ وہ اپنے پہلے قول پر نہ رہے اور جوازِ معافیت
بلا تخصیص تسلیم کر لیا۔ البتہ ان پر یہ الزام عائد ہوتا ہے کہ انہوں نے دروغ گوئی سے کام دیا کہ پہلے ایک بات کہی
پھر کھنے سے انکار کر ڈالا۔ مگر دیوبندی حضرات جب اپنے معبود کے لئے جھوٹ بولنا لگیں مانتے ہیں، تو خود
ان پر جھوٹ بولنے کا الزام عائد کیا جاسکتا ہے، بعید نہیں کہ وہ اسے اپنے لئے فرض و واجب مانتے ہوں،
استاد محترم حافظِ ملت مولانا عبد العزیز صاحب مراد آبادی علیہ الرحمۃ بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور فرمایا کرتے
تھے کہ علامتے دیوبند اور ان کے متبعین کا عقیدہ ہے کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے مگر بولتا نہیں۔ اگر خود ان
کا بھی یہی حال ہو کہ ”جھوٹ بول سکتے ہیں مگر بولتے نہیں“ تو ان کے عقیدے کی رو سے شرک اور خدا کے ساتھ
اس وصف میں برابری لازم آجاسکتی، اسی لئے ان کے اپنے عقیدہ و قاعدہ پر فرض اور ضروری ہے کہ وہ جھوٹ
بولیں۔ اگر ”جھوٹ بول سکتے ہیں مگر بولتے نہیں“ کی منزل میں رہ گئے تو مشرک ٹھہریں گے۔

(مترجم)

اب اس میں بعض علما نے شہر کے ایک شاگرد فیض الحسن سے پھر اُلجھے، انہوں
 پھر وہی فتوے فقیر پیش کیا۔ خیالات کے پتے پتے ہرگز نہ سلجھے، انہوں نے ان کے استاذ کو فتویٰ دکھایا،
 تصدیق نہ فرمائی تو جواب چاہا، مدت تک انکار پھر بعد اصرار وعدہ و اقرار، بالآخر مجموعہ فتاویٰ مروی عبد الی صاحب
 صفحہ ۵۳۹ جلد اول پر نشانی رکھ کر اس سال فرمایا بعد بعض عبارات ردالمحتار و مرقاة شرح مشکوٰۃ شریف سے حاشیہ
 چڑھایا۔ سائل مہم جوئے کہ جواب ضرور ہے آخر تحقیق ہی نامعلوم ہے، فقیر نے چند ورق لکھ کر بھیج دئے
 اور رسالہ میں فتویٰ سابقہ کے ساتھ جمع کئے کہ ناظر دیکھیں، نفع پائیں، فقیر کو دعا سے خیر سے یاد فرمادیں
 وبالله التوفیق وھذا ینالہ الطریق

اس رسالہ کا بلحاظ فتویٰ سابق و تحریر لائق و جدید پر انقسام، اور منظر تاریخ کہ بسنم محرم ۱۳۱۲ھ کو
 لکھا گیا و شاح الجہد فی تحلیل معانقۃ البعید نام۔ والحمد للہ ولی الانعام (اور تمام
 تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے جو احسان کا مالک ہے۔ ت)

عید اول میں فتویٰ اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مشکلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دینی اس مسئلہ میں کہ معانقہ بے حالت سفر بھی جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ کہ
 جو اسے قدم مسافر کے ساتھ خاص اور اس کے غیر میں ناجائز بتاتا ہے، قول اس کا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب

کچھ لوں کے اوپر سے معانقہ بطور پردہ کرامت و اظہار محبت، بے فسادیت و موقر شہوت، بالاجماع
 جائز، جس کے جواز پر احادیث کثیرہ و روایات شہیدہ ناطقہ اور تخصیص سفر کا دعویٰ محض بے دلیل، احادیث
 نبویہ و نصیحتات فقیہہ اس بارے میں پروردگار اطلاق وارد، اور قاعدہ شرعیہ ہے کہ مطلق کو اپنے اطلاق پر
 رکھنا واجب اور بے مدک شرعی تفسید و تخصیص مردود و باطل، ورنہ لغویں شرعیہ سے امان اٹھ جائے،
 کمالا ینخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت)

فل معانقہ کی تائید مقدمہ حسب قاعدہ "ما فی کفی" ہے اس لئے اس کا عدد ۴۰۰ نہیں بلکہ ۵ ہوگا
 اور پورے نام کا عدد ۱۰۰۰ نہیں بلکہ ۱۳۱۲ ہوگا۔ (مترجم)

فل ان ہی سطور میں المحضرت نے پورے فتوے کا ماحصل اور تمام اعتراضات کا جواب ذکر کر دیا، ان جامع
 سطور کی قدر سے تشریح درج ذیل ہے،
 (باقی بر صفحہ آئندہ)

ابن ابی الدنیا کتب الاخوان اور دینی مسند الفردوس اور ابو جعفر عقیلی حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی واللفظ للعقیل ،

انہ قال سألت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن المعافاة فقال تحية الامم و
میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معافاة
کو پوچھا، فرمایا: تحیت سب امتوں کی، اور ان

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

جواز معافاة کی مندرجہ ذیل شرطیں ہیں۔

(۱) معافاة کپڑوں کے اوپر سے ہو۔

(۲) نیکی، اسرار اور اظہار محبت کے طور پر ہو۔

(۳) غرابی نیت اور شہوت کا کوئی دخل نہ ہو۔

مذکورہ بالا شرطوں کے ساتھ معافاة سفر، غیر سفر ہر حال میں جائز ہے۔

دلیل اس کا ماخذ وہ روایات و احادیث ہیں جن میں قید سفر کے بغیر معافاة کا ثبوت ہے، جو لوگ صرف
آید سفر کے بعد معافاة جائز بتاتے ہیں ان کا جواب یہ ہے،

(۱) ان تمام احادیث و روایات میں مطلق طور پر جواز معافاة کا ثبوت ہے۔ یہ کسی حدیث میں نہیں کہ
بس سفر سے آنے کے بعد معافاة جائز ہے، باقی حالات میں ناجائز۔ بلکہ بعض احادیث سے صراحتاً آید سفر
کے علاوہ حالات میں بھی معافاة کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

(۲) شریعت کا قاعدہ ہے کہ حکم مطلق اور کسی قید کے بغیر ہو، اسے مطلق ہی رکھنا واجب و ضروری ہے۔

(۳) معافاة کے بارے میں جب یہ حکم مطلق اور قید سفر کے بغیر ہے، تو اسے مطلق رکھتے ہوئے سفر، غیر سفر
ہر حال میں معافاة جائز ہوگا۔

(۴) ہاں اگر کسی حکم میں خود شریعت کی جانب سے تخصیص اور قید کا ثبوت ہو تو اس حکم کو خصوص اور مقید ضرور
مانا جائے گا۔ مگر معافاة کے بارے میں سوائے شرائط کے جو ابتدا میں ذکر کی گئیں آمد و سفر وغیرہ کی
کوئی قید نہیں۔

(۵) لہذا جواز معافاة کے بارے میں بے دلیل شرعی آید سفر کی قید لگانا محض باطل اور نامقبول ہے۔ (مترجم)
فل یہاں سے دلیل کی تفصیل فرمائی، سب سے پہلے ایک حدیث ذکر کی جس سے معافاة کی تاریخ آغاز معلوم ہوتی ہے
پھر فقہ حنفی کے مستند ماخذ سے وہ نصوص تحریر فرمائے جن کا حاصل ابتداء رقم قراچے۔ (مترجم)

صالح وودھم واثق اول من عاتق خلیل اللہ
ابراہیم علیہ السلام
کی اچھی دوستی اور بیشک پہلے معافہ کرنے والے
ابراہیم خلیل اللہ ہیں علی نبینا وعلیہا الصلوٰۃ والسلام۔

خانیہ میں ہے،

ان كانت المعافاة من فوق قیص او جبة
جائز عند الكل امر مطلقاً۔
اگر معافہ کرتے یا جتے کے اوپر سے ہر تو سب کے
نزدیک جائز ہے امر مطلقاً (ت)

مجمع الانہر میں ہے،

اذا كان علیہما قیص او جبة جائز بالاجماع
امر مطلقاً۔
اگر معافہ کرنے والے دونوں مردوں پر گرتا یا جتہ ہو
تو یہ معافہ بالا جماع جائز ہے امر مطلقاً (ت)

ہدایہ میں ہے،

قالوا الخلاف في المعافاة في ازار واحد واما
اذا كان علیہ قیص او جبة فلا بأس بہا
بالاجماع وهو الصحيح۔
طرفین (امام احکم و امام محمد) اور امام ابو یوسف میں
اختلاف ایک تہہ کے اندر معافہ کے بارے میں ہے
لیکن جب معافہ کرنے والا گرتا یا جتہ پہنچے ہو تو بالا جماع
اس میں کوئی حرج نہیں اور یہی صحیح ہے۔ (ت)

در مختار میں ہے،

لو كان علیہ قیص او جبة جائز بلا کراہة
بالاجماع وصحة في الهدایة وعلیہ
المتون۔
اگر اس کے جسم پر گرتا یا جتہ ہو تو بلا کراہت بالا جماع
جائز ہے، ہدایہ میں اسی کو صحیح قرار دیا، متون فقہ میں
یہی ہے۔ (ت)

شرعاً نقایہ میں ہے،

عنائہ اذا كانت معہ قیص او جبة
اس کا معافہ جب اس طرح ہو کہ گرتا یا جتہ

۱۵۵/۲	مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت	۱۱۴۱	عمری حصص بن عتبر	۱۵۵/۲
۸۳/۲	مطبوعہ ترکشور مکتبہ	۱۱۴۱	عمری حصص بن عتبر	۸۳/۲
۵۴۱/۲	بیروت	۱۱۴۱	عمری حصص بن عتبر	۵۴۱/۲
۲۶۶/۲	مطبع یوسفی مکتبہ	۱۱۴۱	عمری حصص بن عتبر	۲۶۶/۲
۲۲۲/۲	مجتبائی دہلی	۱۱۴۱	عمری حصص بن عتبر	۲۲۲/۲

او غیر کا لہر ٹیکرہ بالاجماع وہو الصالحینؑ یا اور کچھ حاکم ہو تو بالاجماع مکروہ نہیں، اور یہی
 اہم ملخصاً۔

اسی طرح امام نسفی نے کافی پھر علامہ سمیع النابلسی نے حاشیہ در رمولی خسرو وغیرہ میں جزم کیا، اور
 یہی وقایہ و تعابیر و کثر و اصلاح وغیرہ متون کا مفاد۔ اور شروع جاریہ و حوائجی در مختار وغیرہ میں مقررہ ان
 سب میں کلام مطلق ہے کہیں تخصیص سفر کی ہو نہیں۔

اشعۃ المعانی میں فرماتے ہیں: اما معافۃ اگر خوف فتنہ نہایت شروع است خصوصاً
 نزد قدم از سفر سے۔ معافۃ میں اگر فتنے کا خوف نہ ہو تو جائز و مشروع ہے
 خصوصاً جب سفر سے آ رہا ہو۔ (ت)

یہ خصوصاً "بطلائی تخصیص پر نفس صریح۔ راجح احادیث نہیں، ان میں زیادہ کے لئے حجت نہیں کہ ان
 اگر ثابت ہے تو نہی مطلق۔ پھر اطلاق پر رکے تو حالت سفر بھی گئی، حالانکہ اس میں زیادہ بھی ہم سے موافق۔ اور
 توفیق پر چلے تو ملتا فرماتے ہیں وہاں معافۃ بروجہ شہوت مراد۔ اور پر ظاہر کہ ایسی صورت میں تو بحالت سفر بھی
 بلکہ مصافحہ بھی ممنوع، تا بحال معافۃ چرند۔

لے شرح نقایہ (علامہ قاری) کتاب النکاحیۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۲۹/۲
 لے اشعۃ المعانی باب المعافۃ والعافۃ فوراً رضویہ سکھر ۲۰/۲

فل یہ ان احادیث سے استدلال کا جواب ہے جن میں معافۃ سے معافۃ آئی ہے۔ توضیح جواب یہ ہے کہ ان
 احادیث میں معافۃ مذکور ہے۔ اب اگر ان سے مطلقاً ہر حال میں معافۃ مراد لیں تو سفر، غیر سفر ہر جگہ معافۃ
 ناجائز ہو گا جب کہ سفر سے آنے کے وقت مانعین بھی معافۃ جائز مانتے ہیں۔ اس لئے وہ اگر احادیث شیعہ نہیں
 ہمارے خلاف پیش کریں تو خود ان کے بھی خلاف ہوں گی۔ لا محالہ جواز معافۃ اور معافۃ معافۃ دونوں قسم
 کی حدیثوں میں تطبیق کرنا ہوگی اور دونوں کے ایسے معنی لینے ہوں گے جن سے تمام احادیث پر عمل ہو سکے۔
 اور تطبیق یوں ہے کہ جہاں معافۃ سے معافۃ ہے وہاں معافۃ بروجہ شہوت مراد ہے۔ اور جہاں جواز معافۃ
 کا ثبوت ہے وہاں معافۃ بروجہ شہوت و فسادیت مراد ہے جیسا کہ ہم نے ابتداء ذکر کیا۔ اور ظاہر ہے کہ
 معافۃ بروجہ شہوت تو سفر سے آنے کے بعد بھی ناجائز ہے بلکہ اس طرح تو معافۃ کیا مصافحہ بھی ناجائز ہے۔
 احادیث جواز و منع کے درمیان یہ تطبیق محقق فقہاء کرام نے فرمائی ہے اعظم حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کا حوالہ
 کتاب میں پیش کر دیا ہے۔ (مترجم)

امام فخر الدین زلیخی تبیین الحقائق اور اکمل الدین بابر قی عنایہ اور شمس الدین قسستانی جامع الرموز اور آقندی سنجی زادہ شرح طحقی الوجہ اور شیخ محقق دہلوی شرح مشکوٰۃ اور امام حافظ الدین شرح وافی اور سیّد امینی الدین آقندی حاشیہ شرح تنویر اور مولیٰ عبد الغنی نابلسی شرح طریقہ محمدیہ میں اور ان کے سوا اور علماء اہل تشیع فرماتے ہیں،

وهذا اللفظ الأكمل، قال وفق الشيخ أبو منصور (یعنی الماتریدی) إمام أهل السنة وسيد (الحنفية) بين الأحاديث فقال المكونة من المعانقة ما كانت على وجه الشهوة وغيره المصنف (یعنی الامام برهان الدین الفخر راف) بقوله انما واحد فانه سبب يفضي اليها فاما على وجه السير والكرامة اذا كانت عليه فيجب او جبة فلا بأس به

(یہ اکمل الدین بابر قی کے الفاظ ہیں) انھوں نے فرمایا شیخ ابو منصور (ماتریدی، اہل سنت کے امام اور حنفیہ کے سردار) نے (معانقہ کے جواز و منع دونوں طرح کی) حدیثوں میں تطبیق دی ہے، انھوں نے فرمایا مکر وہ وہ معانقہ ہے جو بطور شہوت ہو۔ اور مصنف (یعنی امام برهان الدین فخرانی صاحب ہدایہ) نے اسی کو ایک تہم میں معانقہ کرنے سے تعبیر کیا ہے، اس لئے کہ یہ سبب شہوت ہو سکتا ہے، لیکن نیکی اور اعزاز کے طور پر کرتا یا جتہ پہنے ہوئے معانقہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (ت)

اور کیر نکردا ہو گا کہ بے حالت سفر معانقہ کو مطلقاً منوع ٹھہرا ہے حالانکہ احادیث کثیر میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بار بار اسے صورت مذکورہ بھی معانقہ فرمایا۔

فل یہاں سے استدلال نے ایک دوسرا رنگ اختیار کیا، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ نے سولہ احادیث ان کے حوالوں کے ساتھ پیش فرمائی ہیں جن میں اُسی معانقہ کا ذکر ہے جو نیکی، اعزاز اور اظہار محبت کے طور پر ہے۔ خرابی نیت اور مواد شہوت سے ہر طرح دور ہے۔ مغربے حالت سفر ہے۔ لہذا ان احادیث سے صراحت یہ ثبوت فراہم ہو جاتا ہے کہ صرف قدم سفر کے بعد ہی نہیں بلکہ دیگر حالات میں بھی معانقہ بلا شبہ جائز و درست ہے۔ اور جب خود سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان تمام احوال میں معانقہ کا ثبوت حاصل ہو جاتا ہے تو کوئی دوسرا اسے بدعت و ناروا کہنے کا کیا حق رکھتا ہے! (مترجم)

حدیث اول: بخاری و مسلم و نسائی و ابن ماجہ بطریق عدیدہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی
وہذا لفظ مؤلف منها دخل حدیث بعضهم فی بعض (اگرچہ الفاظ ان متعدد روایات کا مجموعہ ہے)
بعض کی احادیث بعض میں داخل ہیں۔ (ت)

یعنی ایک بار سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت
بول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان پر نشر لیت
سے گئے اور سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا دیا
حضرت زہراؑ نے بھیجنے میں کہہ دیر کی، میں سبھا انھیں
دار پر نہاتی ہوں گی یا نہلا رہی ہوں گی، اتنے میں دوست
ہوئے حاضر آئے رنگ میں دار پڑا تھا، سید عالم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دست مبارک بڑھائے،
حنور کو دیکھ کر امام حسنؑ نے بھی ہاتھ پھیلائے،
یہاں تک کہ ایک دوسرے کو لپٹ گئے، حضور
نے ”مکے لگا کر“ دعا کی، الہی! میں اسے دوست
رکھتا ہوں تو اسے دوست رکھ اور جو اسے دوست
رکھے اسے دوست رکھ۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
حجۃ و بارک وسلم۔

حدیث دوم: صحیح بخاری میں امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی،

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرا ہاتھ پکڑ کر ایک
راں پر مجھے بٹھا لیتے اور دوسری راں پر امام حسینؑ کو
اور ہمیں ”لپٹا لیتے“۔ پھر دعا فرماتے، الہی! میں
اس پر رحم کرتا ہوں تو ان پر رحم فرما۔

کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
یاخذنا بیدی فیقعہ فی علی فیخینہ
ویقعہ الحسین علی فیخینہ الاخری
ویقیننا ثم یقول رب انی ارحمہما فارحمہما۔

حدیث سوم: اسی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے،

فَبَسَّطِي النِّسْبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِلَى صَدْرَةِ فَقَالَ اللَّهُمَّ عَلِّمَهُ الْحِكْمَةَ ۖ
سَيِّدِ عَالَمٍ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَيْثًا يَا پھر دُعا فرمائی، اے اللہ! اسے حکمت
سکھا دے۔

حدیث چہارم، امام احمد اپنی مشنف میں یعلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی،
ان حَسَنًا وَحُسَيْنًا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا
يَسْتَبْقَى إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَضِيَّتَهُمَا إِلَيْهِ ۖ
ایک بار دونوں صاحبزادے حضور اقدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آپس میں دوڑ کرتے ہوئے
آئے حضور سیدہ دونوں کو لپٹا لیا۔

حدیث پنجم، جامع ترمذی میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث ہے،
سَيِّدِ عَالَمٍ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كُوْنِ اَبْلَى بَيْتٍ فِيْ زِيَادَةِ پَارَا كُوْنِ سَيِّدًا
فَرَمَا يَا حُسَيْنُ اور حُسَيْنُ، اور حضور دونوں صاحبزادوں
کو حضرت زہرا سے بلوا کر بیٹے سے لگا لیتے اور
ان کی خوشبو سونگتے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
بازگ و سلم۔

حدیث ششم، امام ابو داؤد اپنی سنن میں
بَيْنَمَا هُوَ يَحْدُثُ الْقَوْمَ وَكَانَتْ فِيْهِ
مَزَاحٌ بَيْنَا يَضْحَكُهُمْ فَطَعَنَهُ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ خَاصِرَتِهِ بَعْدَ
فَقَالَ اِمْسِكِيْ قَالَ اصْطَبِرْ قَالَ اَنْتِ
عَلَيْكَ قَمِيْصٌ وَلَيْسَ عَلَيَّ قَمِيْصٌ فَوَضَعَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمَّ قَمِيْصَهُ
حضرت انس بن خضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی،
اس اثنا میں کہ وہ باتیں کر رہے تھے اور ان کے
مزاح میں مزاح تھا، لوگوں کو ہنسا رہے تھے کہ سید
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لکڑی ان کے پہلو میں
چبھائی، انہوں نے عرض کی مجھے بدلہ دیجئے۔ فرمایا
لے۔ عرض کی، حضور تو کرتا اپنے ہیں اور میں نہ لگا تھا۔
حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کڑتا اٹھایا

۱/۵۳۱	مطبوعہ قیدی کتب خانہ کراچی	مناقب ابن عباس	۱/الصصح البخاری
۴/۱۶۲	دار الفکر بیروت	"	۲/مسند احمد بن حنبل
۴۰-۵۳۹	نور محمد کارخانہ تجارت کتبچی ص	مناقب الحسن والحسين	۳/جامع ترمذی

فاحتضنه و جعل يقبل كسحه قال انما
ارادت هذا يا رسول الله ﷺ
انهم في حضوره كواحدة في كفاية
القدس كواحدة في كفاية
ميراثي مقصود تھا۔

عز دل عشاق حیلہ گر با شد
(عاشقوں کے دل بہانہ تلاش کرنے والے ہوتے ہیں)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ علیہ وسلم۔

حدیث ششم: اسی میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے،

ما لقیته صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قط
الاہوا فحیی وبعث الی ذات یوم ولہ اکن
فی اہل فلما بعثت احببت بہ فاتیحتہ
وہو علی سریر قال ترمی فکانت تلک اجود
واجود ۱۰
میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں
حاضر ہوتا تو حضور ہمیشہ مصافحہ فرماتے۔ ایک دن
میرے بلائے کو آدمی بھیجا میں گھر میں نہ تھا، آیا تو
خبر پائی، حاضر ہوا، حضور تحت پر جلوہ فرما تھے گلے
سے لگایا، تو اور زیادہ جید اور نفیس تر تھا۔

حدیث ششم: ابوہریرہ ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی،

قالت رأیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
التزم علیاً وقلہ وھو یقول باحب
الوحد الشہید ۱۰
میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا حضور
نے مولیٰ علی کو گلے لگایا، اور پیار کیا، اور فرماتے
تھے میرا باپ نثار اس وحید شہید پر۔

حدیث ششم: جرانی حمیر اور ابن شاکب کتاب السنۃ میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
روایت کرتے ہیں،

دخل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
واصحابہ غدیرا فقال لیس بحد کل رجل
الی صاحبہ فسیبہ کل رجل منهم
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضور کے صحابہ
ایک تالاب میں تشریف لے گئے حضور نے ارشاد
فرمایا، ہر شخص اپنے یار کی طرف پیرے۔ سب نے

۱۔ سنن ابوداؤد باب قبلة الجسد (کتاب الادب) مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴۹۳/۲
۲۔ باب فی المعافاة () مطبوعہ مجتبیٰ لاہور ۳۵۲/۲
۳۔ مسند ابویعلیٰ مسند عائشہ مطبوعہ مکتب علوم القرآن بیروت ۳۱۸/۲

ایسا ہی کیا یہاں تک کہ صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق باقی رہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صدیق کی طرف پیر کے تشریف لے گئے اور انھیں گلے لگا کر فرمایا: میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن وہ میرا راس ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صاحبہ و بارک وسلم۔

حدیث دہم و تلمیذ بندہ اوی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی: ہم خدمت اقدس حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر تھے، ارشاد فرمایا: اسی وقت تم پر وہ شخص چلے گا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے بعد اس سے بہتر و بزرگ تر کسی کو نہ بنایا اور اس کی شفاعت شفاعت انبیاء کے مانند ہوگی، ہم حاضر ہو گئے کہ ابوبکر صدیق نظر آئے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیام فرمایا اور صدیق کو پیار کیا اور گلے لگایا۔

حدیث یازدہم و تلمیذ عاقل عمر بن محمد طہ اپنی سیرت میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے ساتھ کھڑے دیکھا اٹھنے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے مصافحہ فرمایا اور گلے لگایا اور ان کے دہن پر بوسہ دیا۔ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے عرض کی: کیا حضور

الی صاحبہ حق بنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ابوبکر فسبح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی ابی بکر حتی اعتنقه فقال لو کنت مقتدا خلیلا لا اتخذت ابابکر خلیلا و کنتہ صاحبی۔

قال کت عند النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال یظن علیکم رجل لم یخلق اللہ بعدی احدا احب امنہ ولا افضل وله شفاعۃ مثل شفاعۃ النبیین فما یرحنا حق ظلم ابوبکر فقام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقبلہ و التزمہ بہ

قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واقفا مع علی بن ابی طالب اذا قبل ابوبکر فقامت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و عانقہ و قبل فاما فقال علی اتقبل فالی بکر فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا ابی الحسن منزلة

ابن بکر عندی کمنزلت عند
سابقہ
ابوبکر کا منہ چومتے ہیں؟ فرمایا، اسے ابوالحسن!
ابوبکر کا مرتبہ میرے یہاں ایسا ہے جیسا میرا مرتبہ
میرے رب کے حضور۔

حدیث دوازدہم^{۱۲}، ابن جبریت کتاب بجمہ الجاسس میں مختصراً اور ریاض الفوائد میں ام المومنین صدیقہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقولاً، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ابتدائے اسلام میں اظہار اسلام اور کفار کے
حرب و قتال فرمانا، اور ان کے چہرہ مبارک پر ضرب شدید آنا، اس سخت صدمے میں بھی حضور اقدس
سیدہ امویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال رہا، حضور پر زور صل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دارالارقم میں تشریف فرما
تھے اپنی ماں سے خدمت اقدس میں نے چلنے کی درخواست کرنا مفضل مروی، یہ حدیث ہماری کتاب
مقطع القمیرین فی ابانۃ سبحة النعمین (۱۲۹۷) میں مذکور، اس کے آخر میں ہے:

حق، اذ اهدأت الرجل وسكن الناس
خروجنا به يتسكى عليها حتى ادخلناه
على النبي صلى الله تعالى عليه
وسلم فانكب عليه فقبله
وانكب عليه المسلمون ورق له
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
براقۃ شديدة. الحدیث۔
یعنی جب پہل موقوف ہوئی اور لوگ سوسہ پہ ان کی
والدہ ام الخیر اور حضرت فاروق اعظم کی مہن ام جیل
رضی اللہ تعالیٰ عنہا انھیں لے کر چلیں، بوجہ ضعف
دونوں پر تکیہ لگا گئے تھے، یہاں تک کہ خدمت اقدس
میں حاضر کیا، دیکھتے ہی پروانہ وار شمع رسالت پر
گر پڑے (پھر حضور کو بوسہ دیا) اور صحابہ
غایت محبت سے ان پر گرے۔ حضور اقدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لئے نہایت رقت فرمائی۔

حدیث سیزدہم^{۱۳}، حافظ ابوسعید شرف المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اس رضی اللہ تعالیٰ
عند سے راوی،

قال بعد رسول الله صلى الله تعالى
عليه وسلم المنبر ثم قال ايها
عثمان بن عفان؟ فوثبت وقال انا
حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما
ہوئے پھر فرمایا، عثمان کہاں ہیں؟ عثمان رضی اللہ
تعالیٰ عنہ بے تابانہ اٹھے اور عرض کی، حضور! میں یہ

لے سیرت حافظ عمر بن محمد لا

لے الرياض النضرة ذکرام الخیر مطبوعہ حشری کتب خانہ فیصل آباد ۶۱/۱

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ أَدْمَتْ يَمِينِي فَتَنَا
وَمِنْهُ فَتَمَّتْ رَأْيِي صَدِيرِي ۖ وَقَبَّلَ
بَيْنَ عَيْنَيْهِ أَلَم

حاضر ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
فرمایا، میرے پاس آؤ۔ پاس حاضر ہوئے۔ حضور اقدس
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سینہ سے لگایا اور
آنکھوں کے بیچ میں بوسہ دیا۔

حدیث چہارم^{۱۴} : حاکم صحیح مستدرک میں باقائدہ تصحیح اور ابویعلیٰ اپنی مسند اور ابونعیم فضائل صحابہ میں
اور برہان مجتہدی کتاب اربعین مسیحی بالماہ العیسوی اور ترمذی محمد طائسیرت میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہما سے راوی،

قَالَ بَيْنَا نَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَصْرِ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ
مِنْهُمْ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَطَلْحَةُ
وَالزُّبَيْرُ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ وَسَعْدُ بْنُ
أَبِي وَقَاصٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُنْهَضَ كُلُّ رَجُلٍ إِلَى كِفْوَةٍ وَ
فَهَضَ إِلَيْهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلِ
عُثْمَانَ فَأَحْبَبَهُ وَقَالَ أَنْتَ وَلِيِّي فِي الدُّنْيَا
وَالْآخِرَةِ ۖ

ہم چند مہاجرین کے ساتھ خدمت اقدس حضور سید
الرسالین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر تھے ماضی
میں خلفائے اربعہ وطلحہ وزبیر وعبد الرحمن بن عوف
وسعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے۔ حضور
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تم
میں ہر شخص اپنے جوڑ کی طرف اٹھ کر جائے اور خود حضور
والاصل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی طرف اٹھ کر تشریف لائے اس سے معاف کیا اور
فرمایا، تو میرا دوست ہے دنیا و آخرت میں۔

حدیث پانزدہم^{۱۵} : ابن عساکر تاریخ میں حضرت امام حسن مجتبیٰؑ اپنے والد ماجد مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ
وجہہما سے راوی،

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَاقَبَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ وَقَالَ قَدْ عَاقَبْتُ أَخِي
عُثْمَانَ فَتَنَنْ كَأَنَّهُ أَخٌ فَلْيَعْدِيقَهُ ۖ

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عثمان غنی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معاف کیا اور فرمایا، میں نے
اپنے بھائی عثمان سے معاف کیا جس کے کوئی بھائی جو
اسے چاہئے اپنے بھائی سے معاف کرے۔

۱۴ شرف المصطفیٰ (شرف النبی) باب بیعت و تم
۱۵ المستدرک باب فضائل عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۲۹۰ ص میدان انقلاب تہران مطبوعہ بیروت ۴۷/۳
۳۶۲۰ حدیث ۵۷/۱۳ مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ حلب

اس حدیث میں علاوہ فضل کے مطلقاً حکم بھی ارشاد ہوا کہ ہر شخص کو اپنے بھائیوں سے معاف کرنا چاہئے۔
حدیث شانزدہم : کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بول زہرا سے فرمایا کہ عورت کے حق میں سب سے بہتر کیا ہے؟ عرض کی کہ نامحرم شخص اسے نہ دیکھے۔ حضور نے "ٹھکے لگا لیا اور فرمایا،
 ذَرِيَّةُ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ (یہ ایک نسل ہے ایک دوسرے سے۔ ت۔)

او کہ اور عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ و آلہ و سلم (یا جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے "اے ہے۔)
 بالکل اجماعاً اس حدیث میں بکثرت وارد۔ اور تخصیص سے معنی ہے اصل و قاسد۔ بلکہ سفر و بے سفر
 ہر صورت میں معاف نہ سنت، اور سنت جب ادا کی جائے گی سنت ہی ہو گی تاوقتیکہ خاص کسی خصوصیت پر
 شرح سے تصریح نہیں ثابت نہ ہو، یہاں تک کہ خود امام طاہر مافقیں اسمعیل دہلوی رسالہ مذکور میں کہ
 مجموعہ زبدۃ النصارح میں مطبوع ہوا صاف مقرر کہ معاف روز عید گو بہت ہو بدعت حسنہ ہے۔ حدیث
 قال (یوں کہا۔ ت۔)

ہر اوضاع از دستہ آں خوانی و فاتحہ خوانی گناہ کو دہنے اور اسی طرح حدیث میں سے ثابت
 و غورائید علیہا سوا کے گناہ و دوسری چیزوں اور دعا، استغفار، قربانی کے
 امثالہ دعا و استغفار و اذنیہ بدعت است سوا تمام طریقے، قرآن خوانی، فاتحہ خوانی، کھانا کھانا

فل ملوی اسمعیل دہلوی پیشوایان علماء دیوبند کی اس عبارت میں چند باتیں قابل غور ہیں :

- (۱) ایصالِ ثواب کے لئے گناہ کھانا، دعا، استغفار، قربانی اور اسی طرح کی دوسری چیزیں بدعت نہیں بلکہ سنت سے ثابت ہیں۔
- (۲) قرآن خوانی، فاتحہ خوانی، کھانا کھانا اور اسی طرح کے دوسرے طریقے بدعت ہیں مگر بدعت حسنہ ہیں۔
- (۳) اس سے بدعت کی دو قسمیں معلوم ہوتی ہیں، بدعت حسنہ، بدعت سیئہ۔ لہذا ہر بدعت بُری نہیں۔ اور ہر نیک کام صرف بدعت ہونے کے باعث ناجائز و حرام نہیں ہو سکتا بلکہ بعض کام بدعت ہوتے ہوئے بھی حسن اور اچھے ہوتے ہیں۔

(۴) روزِ عید کا معاف، اور ہر روز فجر و عصر کے بعد معاف بدعت حسنہ جائز اور اچھا ہے۔

مدعی لاکہ پر بھاری ہے گرا ہی تیری

منکرین اہل حضرت کا پورا رسالہ نہ مائیں تمام احادیث و فقہی تصویص سے انکھیں بند کر لیں مگر انھیں اپنے پیشوا "عظم"
 کے اقرار پر کلام واضح سے برگز مفر نہ ہونا چاہئے۔ (مترجم)

بدعت حسنہ بالخصوص اسٹ مثل معافقہ روز عید
ومصافحہ بعد نماز صبح یا عصر
سب بدعت ہیں، مگر خاص بدعت حسنہ ہیں، جیسے
عید کے دن معافقہ اور نماز فجر یا عصر کے بعد مصافحہ
کرنا (بدعت حسنہ ہے)۔ (ت)

واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدہ العزیز اباحمد رضا البریلی عفی عنہ بمسجد المصطفیٰ البی

الاقم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سنی حنفی قادری
عبد المصطفیٰ احمد صاحب

اس کے معارف میں جو فتویٰ مولوی عبدالحی صاحب کا پیش کیا گیا اس کی عبارت یہ ہے،
”کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد خطبہ عید کے جو مصافحہ و معافقہ لوگوں میں مروج ہے
وہ مسنون ہے یا بدعت؟ یَسْتَوِیَانِ تَوَجُّدًا (بیان کرو اور اجر پاؤ۔ ت)
ہوالمصیوب (وہی رستی تک پہنچا کر لے آئے) بعد عید مصافحہ و معافقہ مسنون نہیں، اور علماء اس باب
میں مختلف ہیں، بعض بدعت مباح کہتے ہیں اور بعض بدعت مکروہہ۔ علیٰ کل تقدیر ترک اس کا

عہ اس کے بعد فتویٰ مذکور میں چار عبارتیں نقل کیں،

(۱) عبارت اول کا رد کہ اس مصافحہ میں کوئی حرج نہیں۔

(۲) عبارت دوم مختار کہ یہ بدعت مباح بلکہ حسن ہے کما ہو موجود فی الدرر وان اقتصر العیوب فی

النقل (یہ در مختار میں موجود ہے اگرچہ عجیب نے صرف نام پر کفایت کی ہے۔ ت)

(۳) عبارت رد المختار کہ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ ہمیشہ بعد نماز کے جاؤ تو جاہل سنت سمجھ لیں گے۔ اور ابن حجر شافعی
نے اسے مکروہ کہا ہے۔

(۴) عبارت مثل ابن حاج مالکی المذہب کہ غیبت کے بعد ابن حنین نے جائزہ دیا، اور عید میں ان لوگوں سے

جو اپنے ساتھ حاضر ہیں، نہیں۔ اور مصافحہ بعد عید مجھے معروف نہیں مگر (باقی پر صفحہ آئندہ)

کل عید میں ان لوگوں سے معافقہ جائز نہیں جو اپنے ساتھ حاضر ہیں۔ (مترجم)

مجموعہ نذرۃ النصار

ابراہیم بن محمد عبدالحی

عبادت کہیں مشیہ پر لکھ کر پیش کی گئیں نہ کرؤں یہ ہیں۔

اذا تردّد الحکم بین سنتہ و بین عتہ کام ترک جب حکم سنت و بدعت کے درمیان مترّد ہو تو
السنة راجحاً علی فصل البدعة ۱۲ رد المحتار اور کتاب بدعت پر ترک سنت کو ترجیح دی جائیگی۔

(بقیہ ماضیہ صفحہ گزشتہ)

عبد اللہ بن عثمان فرماتے ہیں میں نے مدینہ خاص میں جبکہ وہاں علماء صالحین بکثرت موجود تھے، دیکھا کہ وہ نماز عید سے فارغ ہو کر آپس میں مصافحہ کرتے، تو اگر سنت سے نقل مساعدا ہو تو کیا کتنا اور نہ ترک اولیٰ ہے۔ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

فلان عبدالحی صاحب فرنگی محل کے اس فتوے کا حاصل یہ ہے کہ بعد عید مصافحہ و معاانقہ حدیث سے ثابت نہیں۔۔۔ رہے علماء و فقہار۔۔۔ تو ان میں اختلاف ہے، کچھ بدعت مباح کہتے ہیں کچھ بدعت مکروہہ۔ بہر تقدیر اسے نہ کرنا بہتر ہے۔ نہ کرنا بہتر ہے۔ سے اتنا ضرور ثابت ہو جاتا ہے کہ کرنا تو جائز ہے۔ مولانا فرنگی محل کا یہی فتویٰ (جوان کے مجموعہ فتاویٰ طبع اول کے ج ۱ ص ۵۲۸ پر ہے) بریلی کے ان عالم نے بھیجا جن سے اعلیٰ حضرت اپنے جواب میں خطاب کر رہے ہیں، ساتھ ہی انہوں نے اس مجموعہ فتاویٰ کے ماضیہ پر معاانقہ عید کی ممانعت کے ثبوت میں وہ جہازیں بھی لکھ دیں جنہیں کتاب و شراح الجید فی تحفیل معاانقہ العید میں اعلیٰ حضرت نے بعینہ نقل فرمایا اور انہیں چہارم سے اسی پر بحث کی۔ (مترجم)

فل یعنی جب معاملہ ایسا ہو کہ کوئی بدعت کا مرتکب ہوتا ہے، نہ کرے تو کوئی سنت چھوٹی ہے، ایسی صورت میں یہی حکم ہے کہ نہ کرے کہ اس سے سنت اگر چھوٹ جائے گی مگر بدعت کا مرتکب تو نہ ہوگا۔ معاانقہ عید کا بھی یہی حال ہے۔ لہذا اس سے بھی ممانعت ہی کا حکم دیا جائے گا۔ اعلیٰ حضرت نے انہیں ہم میں اس استدلال کا جواب دیا ہے کہ یہاں بدعت سے ملوہ بری بدعت ہے اور معاانقہ عید ایسا ہرگز نہیں بلکہ اپنی اصلیت کے لحاظ سے سنت اور خصوصیت بعد عید کے لحاظ سے مباح، اور قصد حسن کے ساتھ ہو تو مستحسن ہے، لہذا آپ کی عبادت مذکورہ معاانقہ عید پر منطبق (فٹ) ہو ہی نہیں سکتی۔ (مترجم)

نقل فی تبیین المحارم عن الملتقط انه
مكره المصافحة بعد اداء الصلوة
بكل حال لان الصحابة رضی اللہ تعالیٰ
عنہم ماہبا فحوا بعد اداء الصلوة ولا نہا
من سنن الروافضیہ ثم نقل عن ابن حجر
من الشافعية انها بدعة مكروهة لا اصل
لہا فی الشریع وانه ینبہ فاعلمها اولاً لا
یعزرو ثانیاً ثم قال وقال ابن المذہب من
المالکية فی المداخل انها من البدع و
موضع المصافحة فی الشریع اما هو عند لقاء
المسلم لاخيه لا فی ادبار الصلوات فی حیث
وضعها الشریع یضعها فینہی عن ذلك و
یزجر فاعلم لما اقب به من خلاف
السنة اذ رد المصحت **قوله**
لا یخرج الخ ولا یخف انت
فی کلام الامام نوع تساقض کانت

عہ کتبہ البعترض حاشیہ علی ما نقل فی
النہای النکویۃ فی عبارة الاذکار للامام النووی
رحمہ اللہ تعالیٰ من قوله لا یاس بہ قامت
اصل المصافحة سنة وکومہم حافظوا علیہا
فی بعض الاحوال وقرطوبی فی کثیر من الاحوال
او اکثرها لا یخرج ذلك البعض عن کونه من
المصافحة التي ورد الشریع باصلها ۱۲۸۱ منہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ہـ)

روا مختار میں ہے کہ تیسری الحرام میں ملتقط سے منقول
ہے کہ ادا سے نماز کے بعد مصافحہ ہر حال مکروہ ہے
(۱) اس لئے کہ صحابہ نے بعد نماز مصافحہ نہیں کیا ،
(۲) اس لئے کہ یہ رافضیوں کا طریقہ ہے اور
پھر علامہ ابن حجر شافعی سے منقول ہے کہ یہ مصافحہ
بدعت مکروہہ ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں
اس کے ترک کرنا واجب کیا جائے گا ، نہ مانے تو
سرزنش کی جائے گی ۔ پھر فرمایا کہ ابن الحاج مالکی
در محل میں لکھتے ہیں کہ یہ مصافحہ بدعت ہے (۳) اور
شریعت میں مصافحہ کا محل مسلمان کی اپنے مسلمان
بھائی سے ملاقات کا وقت ہے نمازوں کے بعد
بوقت مصافحہ کا شرعی عمل نہیں ، شریعت نے جو عمل
مقرر کیا ہے اسے وہیں رکھے تو نمازوں کے بعد مصافحہ
کرنے والے کو روکا اور زجر کیا جائے گا اس لئے کہ
وہ خلاف سنت فعل کا مرتکب ہے اور بدعت
دعا شیعہ ذیل میں مندرج امام نووی کی عبارت اذکار پر

فتاویٰ مولوی عبدالحی عکسوی میں امام نووی کی کتاب
اذکار سے منقول عبارت پر بریلی کے معترض مولوی صاحب
نے یہ حاشیہ لکھا ہے امام نووی کی عبارت یہ ہے :
”اس مصافحہ میں کوئی حرج نہیں اس لئے کہ اصل
مصافحہ سنت ہے ، اور اکثر حالات میں لوگ مصافحہ
کے اندر کوتاہی کرنے کے ساتھ صرف بعض حالات
میں اگر مصافحہ کی پابندی کرتے ہیں تو اس سے بعض
حالات والا مصافحہ (مثلاً مصافحہ بعد نماز) اس
مصافحہ جائزہ کے دائرے سے خارج نہ ہوگا جس کی اصلیت شریعت سے ثابت ہے۔“

ایمان السنۃ فی بعض الاوقات لا یستحق
بذاتہ مع اقامۃ عمل الناس فی الوقتین
المنذ کوسین لیس علی وجہ الاستحباب
المشروع، لان محل المعافاة المذكورة
اول الملاقاة وقد یکون جماعۃ
یتلاقون من غیر مصافحة ویتما حبسون
بالکلام ویمد اکرۃ العسل وغیرہ من ذلک
مدیدۃ ثم اذا حصلوا یتصافحون فایست
هذا من السنۃ المشروعة وهذا صرح
بعض العلماء بانها مکروهۃ وحق انها من
البدع المنعوعة ۱۲ کذا فی المرقاة.

تو بعض علامہ نے مزاح فرمایا ہے کہ یہ مکروہ ہے اور اس کا شمار مذہب بدعتوں میں ہے۔ یہی جبارست مرقۃ
میں ہے۔ (دست)

اعتراض کرتے ہوئے مولوی صاحب مذکور نے ہاشم
لکھا ہے انا ہر سہ کہ نام خودی کے کلام میں ایک طرح کا
تعارض ہے، اس لئے کہ اگر لوگ بعض اوقات سنت
کے مطابق مصافحہ کرتے ہیں تو اسے بدعت نہیں
کہا جاسکتا۔ لیکن فجر و عصر کے بعد مصافحہ کا اعلیٰ استحباب
مشروع کے طور پر نہیں ہے اس لئے کہ جائز و مشروع
مصافحہ کا اعلیٰ بس اول ملاقات ہے، اور یہاں تو
بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کچھ لوگ ملاقات بلا مصافحہ
کرتے ہیں اور دیر تک گفتگو علی بحث وغیرہ میں
ایک ساتھ رہتے ہیں پھر جب نماز پڑھ لیتے ہیں تو
مصافحہ کرتے ہیں یہ سنت مشروعہ کہاں! اسی لئے
بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کچھ لوگ ملاقات بلا مصافحہ

عید ثانی میں

تحریر جواب و تقریر جواب و ازالہ اوہام و کشف حجاب — یعنی اُس تحریر کی نقل جو برسم جواب مولوی معترف
کے پاس مرسل ہوئی۔

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

جناب مولانا! دام جہدکم، بعد ما حوالہ السنون علیہم، فتویٰ فقیر دربارہ معافۃ کے جواب میں مجھے فتاویٰ
مولوی عبدالحی صاحب لکھنؤی جناب نے ارسال فرمایا اور اس کی جلد اول صفحہ ۵۶۸ طبع اول میں ہو فتویٰ معافۃ

مولوی صاحب موصوف کی تحریر میں اسی طرح یہ ح
نئی ہوئی ہے مگر یہ جبارہ مرقۃ میں نہیں ہے بلکہ
میں اس کا موقع بھی نہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔ (دست)

عنه هكذا بخطه وليست بهذه الحاء في
عبارة المرقاة ولا لها محل في العبارة
كما لا يخفى ۱۲ منه وحي الله تعالى عنه (هـ)

مندرجہ ذیل پیش کیا اور اس کے حاشے پر تائیداً کچھ جبارت بردار علماء و مرقاۃ بھی تحریر فرمادی، مسائل منظر کے جب جناب سے یہ گزارش ہوئی کہ آیا یہ مجھ کو آپ کے نزدیک مستند ہے تو فرمایا، ہمارے نزدیک مستند نہ ہوتا تو ہم پیش کیوں کرتے؟ اور واقعی یہ فرمانا ظاہر و بجا ہے فقیر کو اگرچہ ایسے معارضہ کا جواب دینا ضرور نہ تھا مگر حسب اصرار سائنس محض بغرض احتیاق حق و اذعان باطل چند التماس ہیں۔ معاذ اللہ کسی دوسری وجہ پر عمل نہ فرما فقیر ہر مسلمان کو مستحق ادب جانتا ہے خصوصاً جناب تو اہل علم و سادات سے ہیں، مقصود صرف اتنا ہے کہ جناب بھی بمقتضائے بزرگی حسب و نسب و عمر و علم ان گزارشوں کو بنظر غور و تحقیق حق استماع فرمائیں، اگر حق واضح ہو تو قبول، مروج و ماحول کہ علماء کے لئے رجوع الی الحق عار نہیں بلکہ معاذ اللہ اصرار علی ابطل قال تعالیٰ:

فَبَشِّرْهُ بِبَآئِشَاتٍ إِنِّي لَا أَشْتَقُ وَلَا أَسْتَفْتِي ۚ أَفَتَسْتَفْتِي عَلَىٰ مَا لَا تُحْكُمُ فِيهِ؟ أَمْ لَكَ عَلَٰمٌ خَفِيٌّ ۚ
فَبَشِّرْهُ بِبَآئِشَاتٍ إِنِّي لَا أَشْتَقُ وَلَا أَسْتَفْتِي ۚ أَفَتَسْتَفْتِي عَلَىٰ مَا لَا تُحْكُمُ فِيهِ؟ أَمْ لَكَ عَلَٰمٌ خَفِيٌّ ۚ

التماس اول: اس مجرمہ فتاویٰ سے استناد الزام ہے یا تحقیق؟ علی الاذول فقیر نے کب کہا تھا کہ کسی معاصر کی تحریر مجھ پر محبت ہے، علی الثانی پہلے دلیل سے ثابت کرنا تھا کہ یہ کتاب خادمانِ علم پر احتجاجاً پیش کرنے کے قابل ہے یا نہیں؟

فل حاصل یہ ہے کہ ہم نے معاندانہ جواز احادیث کو میرے ثابت کیا، مستند فقہی جبارتیں پیش کیں، اس احادیث اور انھیں سے مدلل فتوے کے جواب میں آپ مولوی عبدالحی صاحب کا فتویٰ مستند بنا کر پیش کر رہے ہیں ایسی مخالفت دلیل کا جواب تو کوئی ضروری نہ تھا مگر مسائل کے اصرار پر حق کو حق دکھانے اور باطل و ناحق کو مٹانے کی خاطر آپ کی خدمت میں چند التماس ہیں، ان التماسوں کا مقصد صرف یہ ہے کہ آپ بنگلہ غور دیکھیں اگر حق واضح ہو تو آپ سے اُسے قبول کر لینے کی امید ہے اس لئے کہ حق کی طرف رجوع اور اسے قبول کر لینا علماء کے لئے عار نہیں بلکہ معاذ اللہ باطل و ناحق بات پر اڑے رہنا شانِ علماء کے خلاف ہے۔ (ت)

فل توضیح: آپ نے میرے فتوے کے جواب میں مولوی عبدالحی صاحب کا مجرمہ فتاویٰ مستند بنا کر پیش کیا ہے اس کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں،

(۱) یا تو مجھے الزام دینا مقصود ہے کہ دیکھئے آپ کی مستند اور مافی ہونی کتاب میں (باقی اگلے صفحہ پر)

دوم: شاید جناب نے اس مجروحہ کو استیفاء یا ملاحظہ نہ فرمایا اس میں بہت جگہ مسائل و نکات ہیں جو آج کل کے فرقہ مانعین کے بالکل مخالفت و قانع اصل مذہب ہیں۔ تمثیلات میں سے چند کا نشانہ دوں۔

جلد اول صفحہ ۵۳۱ پر لکھتے ہیں،

کتیب فقہیہ میں نظر اس کے بہت موجود ہیں کہ ازمنہ سابقہ میں ان کا وجود نہ تھا مگر بسبب اغراض صالحہ کے حکم اس کے جواز کا دیا گیا۔

صفحہ ۲۹۲ پر ہے،

”الوداع یا الفراق کا خطبہ آنور رمضان میں پڑھا اور نکات حسرت و رحمت کے ادا کرنا فی نفسہ امر مباح ہے بلکہ اگر یہ نکات یا عیش نہ لعت و توبہ سامعین جو سنے تو امید ثواب ہے مگر اس طریقہ کا ثبوت قرون ششم میں نہیں ملتا۔“

جلد دوم صفحہ ۱۰۱ پر ہے،

لکھتے ہیں کہ گویہ وہ وجودیہ و شہودیہ از اہل بدعت اند
قولش قابل اعتبار نیست و منشاء قولش جہل و
نادانیت است از احوال اولیاء و از معنی توحید
وجودی و شہودی و شاعر سے کہ ذمہ ہر دو فرقہ ساختہ
قابل ملامت است
جو کہتا ہے کہ وجودیہ اور شہودیہ اہل بدعت سے ہیں
اس کا قول قابل اعتبار نہیں اور اس کے قول کی
بنیاد یہ ہے کہ وہ اولیاء کے احوال اور توحید وجودی و
شہودی کے معنی سے جاہل و بے خبر ہے، اور جس
شاعر نے دونوں فرقوں (وجودیہ و شہودیہ) کی مذمت
کی ہے وہ قابل ملامت ہے۔ (دستاویز)

صفحہ ۲۲۱ پر ہے،

”شغل برزخ اس طور پر کہ حضرات صوفیہ صافیہ نے لکھا ہے نہ شرک ہے نہ ضلالت، ہاں
اغراض و تفریط اس میں مغرضات کی طرف ہے، تصریح اس کی مکتوبات مجدد المصنف ثانی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) آپ کے خلاف ہے، مگر میں نے کب کہا کہ اس نے لکھنے کے کسی عالم کی تحریر مجرب پر حجت ہے۔
(۲) یا یہ کہ آپ نے خود تحقیقی طور پر اسے سب کے لئے معتمد اور مستند بیان کر پیش کیا ہے، تو آپ کو پہلے دلیل
سے ثابت کرنا تھا کہ یہ کتاب قابل استدلال اور علماء پر حجت و سند بنا کر پیش کرنے کے لائق ہے، اور جب یہ دونوں
صورتیں صحیح نہیں تو اس مجروحہ فتاویٰ کو یہاں پیش کرنا ہی سہی محل ہے۔ (مترجم)

سید محمد رفیع فتاویٰ حیدرآبادی

سید محمد رفیع فتاویٰ حیدرآبادی

کتاب المنظر والاباحۃ

مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ

میں با یکا موجود ہے۔

جلد سوم صفحہ ۵۰ میں ہے،

سوال : وقتِ ختمِ قرآن و تراویح ستہ بار
سورۃ اخلاص می خوانند مستحسن است یا نہ؟

جواب : مستحسن است۔

صفحہ ۱۲۰ پر ہے۔

سوال : بسم اللہ نوشتن بر پیشانی میت از انگشت
درست است یا نہ؟

جواب : درست است۔

صفحہ ۱۵۲ میں ہے،

در مجلس مولد شریف کہ از سورۃ و البیض تا آخر
می خوانند البتہ بعد ختم بر سورۃ بحکیر می گویند راقم
مشرک بحاکم مشرک بودہ ای امر را مشاہدہ کردم
ہم در مکہ معلومہ ہم در مدینہ منورہ ہم در جہدہ یک

طرف تریکہ صفحہ ۱۲۰ پر لکھتے ہیں۔

سوال : تراویح میں ختم قرآن کے وقت تین بار
سورۃ اخلاص پڑھتے ہیں یہ مستحسن ہے یا نہیں؟
جواب : مستحسن ہے۔ (ت)

سوال : انکلی سے میت کی پیشانی پر بسم اللہ لکھنا
درست ہے یا نہیں؟

جواب : درست ہے۔ (ت)

میلہ و شریف کی محفلوں میں سورۃ و البیض سے آخر
قرآن تک پڑھتے ہیں، ہر سورۃ ختم کرنے کے بعد
تکبیر لکھتے ہیں۔ راقم نے ان متبرک محفلوں میں شریک
ہو کر اس امر کا مشاہدہ کیا ہے کہ معلومہ میں بھی،
مدینہ منورہ میں بھی اور جہدہ میں بھی۔ (ت)

فلا ادراج سے توجہ طلبی، تصویر کشی، شغلِ برزخ وغیرہ سے متعلق اعلیٰ حضرت قدس سوا ایک مدلل رسالہ ہے
ایہ قوتہ النواسطۃ فی قلب عقد السرابطۃ (۱۳۰۹ء) جس میں تصریح علماء اہل مستندین مانعین کی عبارتوں
سے اس کا جواز ثابت فرمایا ہے، قابلِ مطالعہ ہے۔ (مترجم)

سنہ مجموعہ فتاویٰ عبدالحی

۵۴/۳	مطبوعہ مطبعہ یوسفی لکھنؤ	باب التراویح	۳	۳	۳
۱۲۳/۱	" "	باب ما يتعلق بالمرق	"	"	"
۵۲/۳	" "	باب القراءة فی الصلوة	"	"	"

سوال: پارچہ چند اسلاف مسعود غازی در
مصرف خود آرد یا تصدق نماید؟
جواب: غلام آزاد استعمال پارچہ مذکور بصرف
خود و بچہ کہ موجب بزدہ کاری باشد نیست و
اولیٰ آنست کہ بمساکین و فقراء دہے۔

سوال: سید سالار مسعود غازی کے چند سے
کا کپڑا اپنے مصرف میں لائے یا صدقہ کر دے؟
جواب: مذکورہ کپڑا اپنے مصرف میں لانے کے
اندر بظاہر گناہ کی کوئی وجہ نہیں۔ اور بہتر یہ ہے
کہ مساکین و فقراء کو دے دے۔ (ت)

جناب سے سوال ہے کہ مولوی صاحب کے یہ اقوال کیسے؟ اور ان کے قائل و معتقد کا حکم کیا ہے؟
خصوصاً شغلِ برزخ کو جائز جاننے والا معاذ اللہ مشرک یا گمراہ ہے یا نہیں؟ اور جس کتاب میں ایسے
اقوال مندرج ہوں مستند و معتقد ٹھہرے گی یا پائیہ احتجاج سے ساقط ہوگی؟ بینوا تو خود ا۔
سوم: مولوی صاحب نے اس فتویٰ میں معافۂ عید کی نسبت صرف اتنا حکم دیا کہ "ترک اس کا اولیٰ ہے"
اس سے عافیت و رکنِ اصلاح ثابت بھی ثابت نہیں ہوتی "اؤ لویت ترک نہ مشروعت و اباحت کے منافی
نہ کہ اباحت کا مستلزم" رد المحتار میں ہے۔

الاقتصار علیٰ الحاجة مستنون لا واجب فکان
لضم خلاف الاول و ذلک لا ینافی الشرعیۃ
والاباحتہ بمعنی عدم الاشع فی الفعل
والشرطیکہ

غازی فرض کی عیسوی چوتھی رکعتوں میں سورۃ فاتحہ پر
اکتفا کرنا صرف مستنون ہے، واجب نہیں۔ تو
ان رکعتوں میں سورۃ لانا خلاف اولیٰ ہو گا اور یہ اس کے
جائز و مباح ہونے کے منافی نہیں۔ اباحت باری معنی
کر کرنے نہ کرنے دونوں میں کوئی گناہ نہیں۔ (ت)

قلت فقہار اگر یہ حکم کریں کہ غلام امر کا ترک بہتر ہے تو اس سے ہرگز یہ نہیں ثابت ہوتا کہ وہ چیز ناجائز ہے بلکہ
مکروہ ہونا بھی لازم نہیں آتا۔ یہ ایک عظیم قاعدہ ہے جو حفظ کر لینے کے قابل اور بہت سے مقامات میں
مفید ہے۔ اس قاعدے کے پیش نظر مولانا عبدالحی صاحب نے معافۂ عید کے متعلق جب صرف اتنا لکھا کہ اس
کا نہ کرنا بہتر ہے تو اس سے معافۂ مذکور کا ناجائز یا مکروہ ہونا بالکل ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس سے تو یہ ثابت ہوتا
کہ کرنے تو کوئی حرج نہیں۔ پھر عافیت معافۂ کے بارے میں فتویٰ مذکور سے استدلال ہی بالکل بیکار اور اپنے
خلاف استدلال ہے۔ (ت)

۱۱۹/۳ مطبوعہ مطبعہ یوسفی کھنڈو باب یکل استعمالہ و مالیکل
۳۵۹/۱ مطبوعہ مطبعہ ایم سعید کینی کراچی مطلب کل صلوٰۃ مکروہہ تجب اعادةہا
۱۱۹/۳ مطبوعہ مطبعہ یوسفی کھنڈو باب یکل استعمالہ و مالیکل
۳۵۹/۱ مطبوعہ مطبعہ ایم سعید کینی کراچی مطلب کل صلوٰۃ مکروہہ تجب اعادةہا

اسی میں ہے ،

صَوَّرَ فِي الْبَحْرِ فِي صَلَوةِ الْعِيْدِ عِنْدَ
مَسْئَلَةِ الْاِصْطِلَ بَانَهُ لَا يَلْزَمُهُ تَرْكُ
الْمُسْتَحَبِّ ثُبُوتِ الْكِرَاهَةِ " اَدْلَا بَقْلُهَا
مِنْ دَلِيلِ حَاصِلِ اَمْرٍ وَاَشَارَ اِلَى ذَلِكَ
فِي التَّحْرِيرِ الْاَصُولِ بِأَمْرٍ
تُخْلَفُ الْاَوَّلُ مَا لَيْسَ فِيهِ
صِبْغَةٌ فَهِيَ كَتَرْكِ صَلَوةِ الْفَرَسِ
بِخِلَافِ الْمَكْرُوهِ تَنْوِيهِهَا

یہ کہ اگر اسی میں جہاں یہ مسئلہ ہے کہ نماز عید سے پہلے
کچھ کھالینا مستحب ہے وہیں ہے کہ اسی مستحب کو
اگر کسی نے ترک کر دیا تو وہ فعل مکروہ کا مرتکب نہ ہوگا
کیونکہ ترک مستحب سے کراہت کا ثبوت لازم نہیں،
اس لئے کہ مکروہ ہونے کے لئے کوئی خاص دلیل
ضروری ہے، اور اس کی طرف تحریر اصولی میں بھی
اشارہ کیا ہے کہ خلاف اولیٰ وہ ہے جس میں ممانعت
اور نہی کا صیغہ نہ ہو، جیسے نماز چاشت کا ترک بخلاف
مکروہ تنزیہی کے کہ اس میں نہی و ممانعت کا صیغہ
ہوتا ہے۔ (ت)

پھر اگر جناب کے نزدیک بھی حکم وہی ہے جو مولوی صاحب نے اپنے فتویٰ میں لکھا تو تصریح فرمادیجئے
کہ عید کا معافہ شرعاً ممنوع نہیں، نہ اس میں اصل کوئی حرج ہے، ہاں نہ کرنا بہتر ہے کہ لے تو معافہ نہیں۔
پھر ارم، آپ نے جو عبارات رد الحاد و مرقات نقل فرمائیں ان میں معافہ عید کی ممانعت کا کہیں ذکر نہیں
آئی میں تو معافہ بعد نماز فجر و عصر یا نماز پنجگانہ کا بیان ہے، اور جناب کو منصب اجتہاد حاصل نہیں کہ ایک
مسئلہ کو دوسرے پر قیاس فرما سکیں۔ اگر فرمائیے کہ "جو دلائل اس میں تھے ہیں یہاں بھی جاری"۔
اقول : یہ محض ہوس ہے، ان عبارات میں تین دلیلیں مذکور نہیں،

(۱) محل معافہ ابتداء سے طاقات سے نہ بعد صلوات۔

(۲) یہ معافہ مخصوصہ سنت روافض ہے۔

(۳) صحابہ کرام نے یہ خاص معافہ نہ کیا۔

یہ تینوں تعلیلیں اگرچہ فی انفسہا غرہ ہی علیل اہل اہل قابل قبول ہیں کماحققاً بتوفیق اللہ تعالیٰ
فی فتاوانا (جیسا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی مدد سے اپنے فتاویٰ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) و لہذا
قول اصح یہی ٹھہرا کہ وہ معافہ مخصوصہ بھی جائز و مباح ہے کماستدل کرنا شاء اللہ تعالیٰ (جیسا کہ

ہم ان شاء اللہ تعالیٰ آگے ذکر کریں گے۔ ث۔ مگر ہمارے مسئلہ دائرہ یعنی معافۃ عید سے دو دلیل پیش کرنا اصلاً علاقہ نہیں۔

محلّی مصافحہ خاص ابتدائے تھا ہو تو بھی ”معافۃ“ کہ اُس وقت سے تخصیص ہرگز مسلم نہیں و حسن ادعیٰ فعلیہ البیان (ج ۱) ہی ہو بیان اس کے ذکر۔ ت۔

مولوی صاحب لکھنوی کا بے دلیل و مستند لکھنا مسروع نہیں ہو سکتا، بلکہ معافۃ مثل تقبیل اظہار پروردگار یثاقت و رواد و محبت ہے، جیسے تقبیل خاص ابتدائے تھا سے مخصوص نہیں، یوں ہی معافۃ۔

جناب نے فتویٰ فقیر میں حدیث عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مروی کتاب السنۃ ابن شاپین و مجمع کبیر امام طبرانی کا خط فرمائی ہوگی کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تالاب پر سے میں امیر المؤمنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گلے لگایا۔ — و نیز حدیث انس بن حذیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی سنن ابی داؤد کہ انھوں نے باتیں کرتے کرتے حضور و الاصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گڑنا اٹھانے کی درخواست کی حضور نے قبول فرمائی، وہ حضور کے بدن اقدس سے لپٹ گئے اور تہی گاہ مبارکہ پر پروردگار — و نیز حدیث صحیح مستدرک کہ اٹھائے مجلس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ذی النورین سے معافۃ فرمایا۔ — و نیز حضرت بول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن سے پوچھا، عورت کے لئے سب سے بہتر کیا ہے؟ عرض کی، یہ کہ کوئی نا محرم اُسے نہ دیکھے۔ حضور نے گلے سے لگایا۔ — ان سب صورتوں میں ابتدائے تھا کا وقت کہاں تھا کہ معافۃ فرمایا گیا۔ — یوں ہی پیادہ سے اپنے بچوں، بھائیوں، زوجہ کو گلے لگانا مشایہ اولی ملاقات ہی پر جائز ہوگا، پھر معافۃ کی جاسکتی گی؟

یوں ہی مصافحہ بعد نماز فجر و عصر اگر کسی وقت کے ردافض نے ایجاد کیا اور خاص ان کا شعار رہا ہو، اور بدیں وجہ اس وقت کے طہار نے اہلسنت کے لئے اسے ناپسند کیا ہو تو معافۃ عید کا نہر و سستی اس پر قیاس کیونکر ہو جائے گا، پہلے ثبوت دیکھئے کہ یہ رافضیوں کا نکالا اور انھیں کا شعار خاص ہے ”ورنہ کوئی امر جائز کسی بد مذہب کے کہنے سے ناجائز یا مکروہ نہیں ہو سکتا۔ لاکھوں باتیں ہیں جن کے کرنے میں اہلسنت و ردافض بلکہ مسلمین و کفار سب شریک ہیں۔ کیا وہ اس وجہ سے ممنوع ہو جائیں گی؟

نہو اراقتی و در مختار و رد المحتار وغیرہ ملاحظہ ہوں کہ بد مذہبوں سے مشابہت اُسی امر میں ممنوع ہے جو فی نفسہ شرعاً مذموم یا آنکس قوم کا شعار خاص یا خود فاعل کو اُن سے مشابہت پیدا کرنا مقصود ہو ورنہ نہ ہمارا وجہ معافۃ نہیں۔

رد المحتار کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا نہ کرنا، یہ تنہا دلیل منع نہیں ہو سکتا۔ آپ کی تینوں کتب مُستندۂ اُفتی
مجموعہ فتاویٰ و رد المحتار و مرقاة شریف اور ان کے سوا صد ہا کتب مُتحدۂ اس کے بطلان پر گواہ ہیں۔ فقہاء کرام
سیکڑوں چیزوں کو یہ تصریح فرما کر کہ نوید ہیں جائز بلکہ مستحب و مستحسن بلکہ واجب بتاتے اور مُحَدَّثات کو اقسام
غشہ کی طرف تقسیم فرماتے ہیں، مجموعہ فتاویٰ کی جارتیں گزریں، رد المحتار میں ہے:

قوله ای صاحب بدعة ای محترمة
والا فقلنا نكون واجبة كصب الأدلة
برد عن اهل الفرق الضالة وتحسب
لبحر المفهم الكتاب والسنة ومداونة
كاحداث نحو رباط ومدرسة وكل
إحاط لم يكن في الصمد الاول و
مكرهة كزخرفة المساجد ومباحة
كالتوسم بلذیذ المآكل والشارب و
الثياب كذا في شرح الجامع الصغير للناوي
عن تهذيب النووي ومثله في الطريق
المحمدية للبرکویؒ

شارح کا قول: صاحب بدعت یہاں بدعت سے
مراد کرام بدعت ہے، ورنہ بدعت واجب بھی ہوتی
ہے۔ یہ گواہ فرقوں کا نہ کرنے کے لئے دلائل قائم
کرنا، علم نو سیکھنا جس سے کتاب وسنت کو سمجھ سکیں۔
مستحب بھی جیسے سرائے اور مدرسہ جیسی چیزیں تعمیر کرنا
اور ہر وہ نیک کام جو زمانہ اول میں نہ رہا ہو۔ مکروہ
بھی جیسے مسجدوں کو آراستہ و منقش کرنا۔ مباح بھی
جیسے کھانے پینے کی لذت چیزوں اور کپڑوں میں وسعت
و فراخی کی راہ اختیار کرنا۔ جیسا کہ علامہ مناوی کی شرح
جامع صغیر میں علامہ نووی کی کتاب تہذیب سے منقول
ہے، اور اسی طرح علامہ برکوی کی کتاب الطریق الحمید
میں مذکور ہے۔ (د)

مرقات شریف میں ہے:

احداث ما لا ینتزع الكتاب والسنة كصا
سنقرہ بعد لیس بعد مومؒ

پھر ایک صفحہ کے بعد بدعت کا واجب و حرام و مندوب و مکروہ و مباح ہونا مفصل ذکر فرمایا۔

مالگیری میں ہے:

لاباس بکتابة آتای السور و عدد الآف

مصنف شریف میں سورتوں کے نام، اور آیتوں کی

وہو ان کات احد اثا فہو بدعة حسنة
 وکم من شوا کات احد اثا وہو بدعة
 حسنة۔^۱

تقداد لکھنے میں کوئی حرج نہیں، اور وہ اگر چہ نہی
 ایجاد اور بدعت ہے مگر بدعت حسنة ہے اور
 بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو نوا ایجاد تو ہیں مگر بدعت
 حسنة ہیں۔ (د ت)

امام ابن الہمام فتح القدر میں رکعتیں قبل مغرب کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام رضی اللہ
 تعالیٰ عنہم سے ثابت نہ ہونا ثابت کر کے بتاتے ہیں،
 ثم لثابت بعد هذا هو نفى الصدوقية اما
 شوت، بکراہة فلا الا ان يثبت دليل
 احمد۔
 پھر اس ساری بحث کے بعد صرف یہ ثابت ہوا کہ نماز
 مغرب سے پہلے دو رکعتیں مندوب و مستحب نہیں لیکن
 مکروہ ہونا ثابت نہیں، ہاں اگر ثبوت کراہت پر کوئی
 اور دلیل ہو تو البتہ۔ (د ت)

متع ہذا حضرات مانعین زمانہ تین قرن تک اختیار تشریع مانستے، اور تخذ ثبات تابعین کو بھی غیر مذموم
 جانتے ہیں، تو صرف عدم فعل صحابہ سے استدلال اُن کے طور پر بھی ناقص و ناتمام ہے۔ کلام ابن ہاشم
 میں طویل ہے کہ ہم نے اپنے رسائل حدیدہ میں ذکر کیا یہاں بھی دو حرف مجمل کافی ہیں و باللہ توفیق۔
 چوتھم، رد المحتار و مرقات کی یہ جارتیں اگر جناب نے دیکھیں تو درود و ذکر الدقائق و دقایہ و تعابیر و
 مجمع و منتخب و اصلاح و ایضاح و تنویر و غیرہ عامہ متون مذہب کے اطلاقات ملاحظہ فرمائے جو تے جنہوں نے
 مطلقاً بلا تقييد و تخصيص مصافحہ کی اجازت دی۔ در مختار و حاشیہ علامہ طحاوی و شرح علامہ شہاب شہسبزی و

اول مانعین کسی چیز کی ایجاد اور جائز و مشروع قرار دینے کا اختیار صرف تین زمانوں تک محدود مانستے ہیں،

۱، زمانہ رسالت (۲) زمانہ صحابہ (۳) زمانہ تابعین

ان کے اس نظریہ سے اثنا ثابت ہے کہ زمانہ تابعین کی ایجادات بھی بُری نہیں۔ تو مصافحہ مذکورہ کی
 مخالفت کے ثبوت میں صرف صحابہ کرام کے نہ کرنے سے استدلال ناقص و ناتمام ہے، اپنے ہی نظریہ کے مطابق
 یہ بھی ثابت کرنا تھا کہ زمانہ تابعین میں بھی اس کا وجود و ثبوت نہیں۔ (د ت)

فتح اللہ العین حاشیہ کنز و غنیۃ ذوی الاحکام حاشیہ ذررہ حاشیہ مراقی الفلاح و فہیم الریاض شرح
شفاۃ امام قاضی حیاض و مجمع بحار الانوار و مطالب المؤمنین و مسوی شرح موطا و تلمذہ شرح اربعین علامہ برکوی
للعلامہ محمد آغذی و حدیثہ نذیر شرح طریقہ محمدیہ للعلامۃ النابلسی و فتویٰ امام شمس الدین بن امام سراج الدین خانوی
و غیر ہم علمائے حنفیہ کی تصریحات جلیلہ بھی دیکھی ہوتی ہیں کہ صاف صاف مصافحہ مذکورہ اور اسی طرح مصافحہ عید
کو بھی جائز بلکہ مستحب بلکہ سنت بتاتے ہیں۔ درمختار میں ہے :

احلاق المصنف تبعاً للدرس والکنز والوقایۃ
والمجتموع والملتقى وغيرها يغيب حرام
مطلقاً ولو بعد العاصی و قولهم انه بدعة
ای مباحۃ حسنة کما افاده السنووی فی
الغکاسۃ و غیرہ فی عیدہ ^۱
ذررہ ، کنز ، وقایہ ، مجمع ، ملتقى ، وغیرہ کے اتباع
میں مصنف نے بھی یہاں مصافحہ کا ذکر مطلق رکھا ہے
جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مصافحہ مطلقاً جائز ہے
خواہ بعد عصر ہی کیوں نہ ہو۔ اور لوگوں کا یہ کہنا کہ وہ
بدعت ہے تو اس سے مراد بدعت مبہمہ حسنہ ہے ،
جیسا کہ امام نووی نے اذکار میں اور دوسرے علماء
نے دوسری کتابوں میں افادہ فرمایا ہے۔ (ت)

اصلاح و ایضاح میں ہے :

کثیرۃ نقبیل الی حد و حناقہ فی ازار واحد
و جانہ مع قمیص کمصافحۃ ^۲
آدمی کا بوسہ دینا اور مصافحہ کرنا ایک ازار میں
مکروہ ہے اور اگر تاپہن کر ہو تو جائز ہے ، جیسے
مصافحہ جائز ہے۔ (ت)

حدیثہ نذیر میں ہے :

بعض المتأخرین من الحنفیۃ صرحوا بکراهۃ
فی ذلک ادعاء باقہ بدعتہ مع اخذ داخل
فی عموم سنۃ المصافحۃ مطلقاً ^۳
بعض متأخرین حنفیہ نے اس مصافحہ کے بدعت ہونے
کا دعویٰ کرتے ہوئے اسے صراحتاً مکروہ بتایا ہے
باوجودیکہ وہ مطلق مصافحہ کے عموم میں داخل ہو کر
مستثنیٰ ہے۔ (ت)

۳۸۱/۹	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	کتاب المخطوطات والاباحۃ	۱۔ در المختار
			۲۔ اصلاح و ایضاح
۱۵۰/۲	مطبوعہ مکتبہ توبہ رضویہ فیصل آباد	المحقق الثامن الاربعون	۳۔ الحدیثۃ النذیرۃ

مجمع البحار میں ہے :

هِيَ مِنَ الْمَبَاحِ الْمُبَاحَةِ (یہ مصافحہ ان بدعتوں سے ہے جو مباح ہیں۔ ت)

آپ کی اسی رد المحتار میں بعد فعل عبارت امام نووی ہے :

قَالَ الشَّيْخُ أَبُو الْحَسَنِ الْمُبَكْرِيُّ وَتَقْيِيدُهُ
بِمَا بَعْدَ الصَّبِيحِ وَالْعَصْرِ عَلَى عَادَةِ كَانَتْ فِي
نَوْمِهِ وَالْأَفْعُقِبَ الصَّلَوَاتُ كُلُّهَا كَذَلِكَ
كَدَّ فِي مَسَالَةِ الشَّرَائِعِ فِي الْمَعَانِفَةِ
وَنُصِّلَ مِثْلُهُ عَنِ الشَّمْسِ الْعَانُوقِ وَانْه
أَفْتَى بِهِ مَسْتَدَلًّا بِمَعْنَى
النَّصُوصِ الْمَوَارِدَةِ فِي مَشْرُوعِيَّتِهَا
وَهُوَ الْمَوَافَقُ لِمَا ذَكَرَهُ
الشَّارِحُ مِنْ أَطْلَاقِ الْمَتُونِ يَكُونُ

شیخ ابو الحسن بکری فرماتے ہیں امام نووی نے بعد فجر و
عصر کی قید کے ساتھ مصافحہ کا ذکر اس لئے فرمایا کہ
ان کے زمانے میں یہی رائج تھا، ورنہ بعد فجر و عصر
کی خارج تمام نمازوں کے بعد مصافحہ جائز ہے۔ یہی
علامہ شرنبلالی کے اس رسالہ میں ہے جو انہوں نے
مصافحہ کے بارے میں لکھا ہے اور اسی کے مثل علامہ
شمس الدین حانفتی سے منقول ہے۔ انہوں نے
جواز مصافحہ کے بارے میں وارد شدہ احادیث اور
نصوص سے استدلال فرماتے ہوئے اس مصافحہ کے
بھی جائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ اور یہی اس کے
موافقی ہے جو شارح (صاحب درختہ) علامہ الدین
تھکفنی نے متون فقہ کا اطلاق ذکر کیا ہے۔ (ت)

شادول اللہ دہلوی مستوی میں کلام امام نووی نقل کر کے کہتے ہیں :

أَقُولُ وَهَكَذَا يُنْبَغُ أَنْ يَقَالَ فِي
الْمَصَافْحَةِ يَوْمَ الْعِيدِ يَكُونُ

میں کہتا ہوں جس طرح امام نووی نے مصافحہ بعد فجر و
عصر کے جواز میں استدلال کیا ہے یہی استدلال
مصافحہ روز عید میں بھی جاری ہونا چاہیئے۔ (ت)
اور بعض نسخ مستوی میں "والمعافقة يوم العید ایضاً" (اور روز عید کے "معافقتہ" میں بھی۔ ت)

بھی ہے۔

۲۵۰/۲	مطبوعہ نوری کشور لکھنؤ	۲۵۰/۲	۲۵۰/۲	۲۵۰/۲	۲۵۰/۲
۳۸۱/۹	مطبوعہ ریحانم سعید کینی کراچی	۳۸۱/۹	۳۸۱/۹	۳۸۱/۹	۳۸۱/۹
۲۲۱/۲	-	۲۲۱/۲	۲۲۱/۲	۲۲۱/۲	۲۲۱/۲

۱۔ مجمع البحار الانوار تحت لفظ صفر
۲۔ رد المحتار کتاب النذور والاباحۃ
۳۔ مستوی باب استحباب المصافحۃ

”مناسحة في تحقيق مسائل المصاحفة“ میں مکمل شرح اور تبیین سے ہے،

لا وجه لجواب ابن حجر الشافعي و قد
سئل عن المصاحفة بعد الصلوة فقال
هي بدعة لا تقبل، لان حالة الصلاة حالة
اللقاء لا تلي المعصية لما احرم
صالحا غائبا عن الناس مقبلا
عن الله تعالى، فلما ادعى حقه
قيل له ارجع الى مصالحك وسلم
على اخوانك لقدومك عن غيبتك، و
لذلك ينوي القوم بسلامة كما
ينوي الحفظة و اذا سلم يندب
المصاحفة او كسفت كالسلام - كما
اجاب شيخ الاسلام شيهن
مشائخنا شمس الدين محمد
بن سراج الدين الحانوق
وقد رفع له هذا السؤال فقال
نعم العلماء على ان المصاحفة
للمسلم لا للكافر مستفونة من غير
ان يقيدوها بوقت دون وقت
لقوله عليه الصلوة والسلام
من صبح اخاء المسلم
وحرك يده تشارت ذنوبه و
نزلت عليها مائة رحمة
تسعة وتسعون منها
لا سبقهما و واحدة لصاحبه

علامہ ابن حجر شافعی نے مصافحہ بعد نماز سے متعلق
جواب دیتے ہوئے اسے بدعت کہا ہے، اُن کے
اس جواب کی کوئی قابل قبول وجہ نہیں، اس لئے کہ
مصافحہ بعد نماز بھی مصافحہ اولیٰ عداات ہے کیونکہ
سلام نماز کی حالت، حالت بطلان عداات ہے۔ اس لئے
کہ جب سنی نے ترمذیہ باندھ لیا تو وہ انسانوں سے
غیر حاضر اور خدا کی طرف متوجہ ہو گیا، پھر جب حق اللہ
کی ادائیگی سے قاصر بنوا تو اس سے کہا گیا کہ اب
اپنے کاموں اور مصالح کی طرف واپس ہو اور اپنے
مسلمان بھائیوں کو سلام کر، کیونکہ تو اپنی غیر ماضی
اور غیبت سے آ رہا ہے اسی لئے تو اپنے سلام میں
دو گوں کی بھی نیت کرے گا، جیسے محافظ فرشتوں کی
نیت کرے گا۔ اور جب سلام کیا تو مصافحہ اس کے لئے
مندوب یا مسنون ہے۔ جیسے سلام، اسی طرح
شیخ الاسلام، ہمارے مشائخ کے پیش شمس الدین محمد
بن سراج الدین حانوقی نے جواب دیا ہے، اُن کے
سامنے یہ سوال پیش کیا گیا تھا تو انہوں نے فرمایا علماء
نے کافر سے تو نہیں مگر مسلمان سے مصافحہ کر کسی خاص
وقت کی کوئی قید لگائے بغیر مسنون ہونے پر نص
فرمایا ہے، اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کا ارشاد ہے: جس نے اپنے مسلمان بھائی سے
مصافحہ کیا اور اپنے ہاتھ کو حرکت دی تو اس کے گناہ جملہ
ہیں اور دونوں پر کل ستر چھتیس نازل ہوتی ہیں، تنافحہ
اس کے لئے جس نے مصافحہ میں سبقت و پیش قدمی کی اور

وقل ایضا ما من مسلمین
 یلیقیات فی تصافحات الا غفر
 لهما قبل ان یتفرقا الحدیث الاول
 یقتضی مشروعیۃ المصافحة
 مطلقا **عمر من امن** تكون
 عقب الصلوات الخمس والجمعة و
 العیدین او غیر ذلك . **لا من النبی**
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم
 یقیدها بوقت دون وقت والدلیل
 العام عند الحنفیۃ اذ لم یقع فیہ
 تخصیص من الادلة الموجبة للحکم قطعا
 کالدلیل الخاص وقانوا الدلیل
 العام یعارض الخاص لقوته .
 والدلیل ہنا عام لا من حیضۃ
 "من" من حیضۃ العموم وکذا نقل
 عن شیخ مشائخنا العلامة
 المقدسی حدیث "من صافح مسلما قال
 عند المصافحة اللهم صل علی محمد
 وعلی آل محمد لم یبق من ذنوبہ شیء"
 فصیغۃ ایضا من صیغ العموم ذکرہ
 الشرنبلالی فی رسالۃ المسألة بسعادة
 اہل الاسلام .

ایک اس کے دوسرے ساتھی کے لئے " اور
 حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ جب
 دو مسلمان ایک دوسرے سے ملے پھر مصافحہ
 کرتے ہیں تو جدا ہونے سے پہلے ان کی مغفرت ہو جاتی
 ہے " پہلی حدیث کا مقتضی ہے کہ مصافحہ مطلقاً
 جائز و مشروع ہو خواہ نماز پنجگانہ، جمعہ اور عیدین کے
 بعد ہو یا کسی اور وقت اس لئے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم نے مصافحہ کو کسی خاص وقت سے مقید
 نہ فرمایا، اور حنفیہ کے نزدیک دلیل عام کا بھی وہی رتبہ
 ہے جو دلیل خاص کا ہے، جبکہ دلیل عام حکم کو قطعی طور
 پر لازم کرنے والی دلیلوں سے کوئی تخصیص نہ ہوتی ہو
 بلکہ وہ تو اس کے قائل ہیں کہ دلیل عام اتنی قوی ہوتی
 ہے کہ دلیل خاص کے معارض اور اس پر ترجیح یافتہ
 ہوا کرتی ہے اور یہاں دلیل مصافحہ بھی عام ہے
 اس لئے کہ حدیث میں کلمہ "من" ہے جو حیضۃ عموم
 سے ہے، یوں ہی ہمارے شیخ المشائخ علامہ مقدسی
 سے یہ حدیث منقول ہے "جس نے کسی مسلمان سے
 مصافحہ کیا اور بوقت مصافحہ (دروہ شریف) "اللهم
 صل علی محمد وعلی آل محمد" پڑھا تو اس کے
 گناہوں سے کچھ باقی نہیں رہ جاتا " اس حدیث
 کا صیغہ بھی عموم کا صیغہ ہے۔ اسے علامہ شرنبلالی
 نے اپنے رسالہ "سعادة الاسلام" میں ذکر کیا ہے۔

علامہ سید ابوالسعود ازہری حاشیہ کنز میں فرماتے ہیں :

شہاب الدین شلبی کی شرح میں ہے، نماز فجر و عصر کے بعد جو مصافحہ رائج ہے اس کی کوئی اصل نہیں، مگر اس میں کوئی حرج بھی نہیں۔ (ت)

فی شرح الشہاب الشلبی وما اعتاده الناس بعد صلوة الصبح والعصر فلا اصل له لكن لا بأس به الخ

فنیہ حاشیہ غرر و درر باب صلوة العیدین میں ہے :

عید کے دو عید گاہ کو زیادہ جانا اور دوسرے راستے سے واپس آنا یہی مستحب ہے، اور بالخصوص تقبیل اللہ مناکو (اللہ ہمارے تمہارے علی قبول فرمائے)، مبارکباد پیش کرنا کوئی منکر اور بُرا نہیں، جبکہ کبر الراقی میں ہے، اسی طرح مصافحہ بھی، بلکہ وہ تو تمام نمازوں کے بعد ہر ملاقات کے وقت سنت ہے اور اس بارے میں سعادت اہل الاسلام بالمصافحۃ عقب الصلوۃ والسلام نامی چار ایک رسالہ ہے۔ (ت)

المستحب الخروج ماشيا والرجوع من طريق آخر والتهنئة بتقبيل الله منا ومنك ولا تنكر كما في بعض كذا المصافحة بل هي سنة عقب الصلوات كلها عند كل لقى ولنا فيها رسالة سميتها "سعادة اهل الاسلام بالمصافحة عقب الصلوة والسلام"۔

فتح المؤمنین علی شرح العلامة الملا سکیں میں ہے :

عید کے دو مسرت و خندہ رُوئی ظاہر کرنا اور تقبیل اللہ مناکو (اللہ ہم سے اور تم سے قبول فرمائے) کے نزدیک مبارکباد دینا مستحب ہے، اسی طرح مصافحہ بھی، بلکہ یہ تو تمام نمازوں کے بعد اور ہر ملاقات کے وقت سنت ہے، شریعہ الیہ۔ (ت)

من المستحب اظهار الفرح والبشاشة (الى قوله)، والتهنئة بتقبيل الله منا ومنك وكذا المصافحة بل هي سنة عقب الصلوات كلها وعند كل لقى، شریعہ الیہ۔

علامہ سید احمد طحاوی حاشیہ نور الایضاح میں فرماتے ہیں :

اسی طرح مصافحہ بھی مطلوب ہے بلکہ یہ تو تمام نمازوں

کذا اطلب المصافحة فهي سنة

فتح المؤمنین علی شرح ملا سکیں کتاب النکاحیۃ فصل فی الاستبراء مطبوعہ ایچ ایم سید کمپنی کراچی ۲۰۲/۱

۱۴۲/۱ مطبوعہ احمد مصر

۳۲۵/۱ ایچ ایم سید کمپنی کراچی

۱۴۲/۱ باب صلوة العیدین
فتح المؤمنین علی شرح العلامة الملا سکیں " " " "

عقب الصلوات کھانا^۱

کے بعد سنت ہے۔ (ت)

حاشیہ در مختار میں فرمایا،

قُتِبَ حَبِّ الْمَصَافِحَةِ بِلِ هِيَ سِتَّةٌ عَقِبَ

مستحب ہے مصافحہ، بلکہ یہ تو نمازوں کے بعد اور

الصلوات حکمتها وعند كل لقي، ابو السعود

ہر ملاقات کے وقت سنت ہے، ابو السعود عن

عن الشُّرَيْكَةِ لِيَّةَ

الشُّرَيْكَةِ لِيَّةَ (ت)

افسوس کہ دو جہارتیں جناب نے دیکھیں اور اتنی جہارات کثیرہ جو جناب کے خلاف تھیں نظر سے

رہ گئیں۔ خیر، مانا کہ اس میں اکثر کتب مطابقت میں آتی ہیں، اگر رد المحتار اور رد المحتار تو پیش نظر تھیں،

در مختار کی وہ جہارت ملاحظہ فرمائی ہوگی کہ مصافحہ مذکورہ بدعت حسنہ ہے۔ رد المحتار میں رسالہ علامہ

خزینہ لالی کا کلام اور علامہ شمس الدین حنفی کا فتویٰ دیکھا ہی ہوگا۔ سب جانے دیجئے، یہ فتاویٰ کھنڈ

جو استناد آپیش فرمایا اسی میں یہی ہیں یہ الفاظ موجود کہ علامہ اس باب میں مختلف ہیں بعض بدعت

مباحہ کہتے ہیں اور بعض بدعت مکروہہ۔ مسئلہ مصافحہ کا اختلافی ہونا پایا یا نہیں؟ بہت واضح راوی

کہ ترجیح تلاش فرمائی جاتی، جو قول مرتفع نکلتا اُسی پر عمل کرنا تھا، اگر جناب کی نظر ترجیح تک نہ پہنچی تو فقیر

سے سنئے، علامہ شہاب الدین نخعی متعجبی نسیم الریاض شرح شفا سے امام قاضی جہان میں فرماتے ہیں،

هل بعد الصلوة بدعة عندنا، والاصح

یہ مصافحہ، نماز کے بعد ہمارے نزدیک بدعت ہے

انها مباحة لما فيها من الاشارة

اور صحیح ترین یہ ہے کہ مباح ہے کیونکہ اس میں اس

الى انه كانت قد مر من عذبة لانه كان

بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ غیبت اور غیر ماضی

عندنا به يناجيه فافهم

سے آیا ہے اس لئے کہ وہ اپنے رب کے حضور

معروف مناجات تھا۔ اسے سمجھو۔ (ت)

ملاحظہ فرمائیے کیسی صاف تصریح ہے کہ مصافحہ مذکورہ کی اباحت ہی قولِ اجماع ہے۔ پھر اگر بالفرض

دوسری طرف بھی صحیح پائی جاتی، تاہم یہی قولِ مرتفع رہتا کہ خود یا قرار رد المحتار مذہبِ اباحت ہی موافق

اطلاقِ مشن ہے۔ اور خود انھیں کی تصریح ہے کہ اختلاف فتویٰ کے وقت اُسی قول پر عمل اولیٰ جو

اطلاق متون کے موافق ہو۔

انہوں نے یوں فرمایا کہ جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو تصحیح اور فترتی میں اختلاف ہو گیا، اور عمل اُسی پر ادنیٰ ہے جو اطلاق متون کے موافق ہو (تحریرات)

حيث قال قد اختلف التصحيح والفتوى كما رأيت والعمل بما وافق اطلاق الفتوى الأولى - بحره
در مختار میں ہے،

یہ حکم بر بنائے معتقد ہے، اس لئے کہ اختلاف ترجیح کے وقت اطلاق متون ہی کو ترجیح ہے (تحریرات)

هل المعتمد لانه متوافقا مع اختلاف التصحيح من غير اطلاق المتون، بحره

اور جب کہ ترجیح صرف اسی طرف ہے تو اب تو اس قول کا اختیار فقہارت سے بالکل بر طرف ہے، در مختار میں ہے،

ہم عام متعلین پر تو بس اُسی کی پیروی کرتا ہے جسے ان بزرگوں نے رائج و صحیح قرار دے دیا۔ (ت)

اما نحن فعليتنا اتباع ما رجحوه و صححوه

اسی میں ہے،

مروج قول پر حکم اور فترتی دینا جہالت اور اجماع کی مخالفت ہے۔ (ت)

الحكم والفتيا بالقول المرجح وهل خرق للاجماع

الحمد للہ اب حق با حسن وجہ واضح ہو گیا، اُسی کرتا ہوں کہ جناب بھی اب تو مصافحہ مذکورہ و معافۃ عید کے جواز و اباحت پر فترتی دیں گے اور اپنے تلافیہ کو ان امور جائزہ کے طعن و انکار سے باز رہنے کی ہدایت کریں گے و اللہ ابھادی و ولی الایادی

ششم، الحمد للہ کہ ضمنی تقریر میں مسئلہ مصافحہ بعد صلوة بھی صاف ہو گیا، اور تعلیلات ثلاثہ کا علیل ہونا بھی منکشف ہو گیا۔ ثانیاً ثانیاً پر کلام تو صراحت گزرا اور ادلی کا جواب عبارت تکملہ شرح اربعین و نسیم الریاض سے واضح ہوا کہ بعد ختم نماز طہا بھی ابتدائے نماز ہے، ولہذا اس وقت سلام مشروع ہوا، تو مصافحہ کیوں

۴۲/۱	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	مطلب رسم الفتی	شہ روا المختار
۴۳/۱	"	"	کے در المختار
۴۴/۱	"	"	"
"	"	"	"

نامشروع ہونے لگا۔ رہی تفصیل ثانی اس کے جواب کا اشارہ کلام فقیر میں گزرا کہ مشابہت صرف ان تین صورتوں میں مذکور ہے ورنہ نہیں۔

تفصیل کلام: اتنا اور سن لیجئے کہ کسی طائفہ باطلہ کی سنت جیسی تک لائق احترام رہتی ہے کہ وہ ان کی سنت رہے، اور جب ان میں سے رواج اُٹھ گیا تو ان کی سنت ہونا ہی جاتا رہا، احترام کیوں مطلوب ہوگا۔ مصافحہ بعد نماز اگر سنت روافض تھا تو اب ان میں رواج نہیں، نہ وہ جماعت سے نماز پڑھتے ہیں نہ بعد نماز مصافحہ کرتے ہیں، بلکہ شاید اول لغت پر بھی مصافحہ ان کے یہاں نہ ہو کہ ان اعدائے سنن کو سننے سے کچھ کام ہی نہ رہا۔ تو ایسی حالت میں وہ علت سرے سے مرفوع ہے۔

در مختار میں ہے،

یجعلہ لطن کفہ فی بدۃ البصری، وقیل
الیمنی الا انہ من شعائر البر و افض
فیجب التحریض عنہ، قہستانی وغیرہ۔
قلت ولعنه کان و مان فبتصریہ
(مرد)، انگوٹھی بائیں ہاتھ میں تفصیل کی طرف کرے۔
اور کہا گیا دائیں ہاتھ میں پہنے، مگر یہ راقصیوں کا شعار
ہے، تو اس سے بچنا ضروری ہے (قہستانی وغیرہ)
میں نے کہا یہ کسی زمانے میں رہا ہوگا پھر ختم ہو گیا، تو
اس پر غور کر لو۔ (ت)

رد المحتار میں ہے،

ایکان دلت من شعائرہم فی الزمن السابق
ثم انفصل والنقطۃ فی هذا الزمان
فلا ینہی عنہ کیفما کان یہ
یعنی وہ گزشتہ زمانے میں ان کا شعار تھا پھر ان
زمانوں میں نہ رہا اور ختم ہو گیا، تو اب اس سے حالت
نہ ہوگی، جیسے بھی ہو۔ (ت)

اب تو بحمد اللہ سب شکوک کا ازالہ ہو گیا، فاحفظ واحمد وکن من الشاکرین والحمد للہ
سرب الغلیین (تو اسے یاد رکھو اور حمد کرو اور شکر گزارو اور ساری تعریف اللہ کے لئے ہے جو سارے
جہانوں کا پروردگار ہے۔ ت)

ہفتم: سخت افسوس کا مقام ہے کہ عبارت مرقات کی نقل میں بہت تصحیر واقع ہوئی، مرقاة شریف
میں اس عبارت کے بعد یہ الفاظ تھے،

نعم ، لو دخل احد في المسجد والناس في
الصلاة وعلم امراده الشروع فيها فبعد الفراغ
لو مضى فجهل لكن بشرط سبق السلام عليه
المصافحة فهذا من جملة المصافحة المستحقة
بلا شبهة

(ت)

ان میں مصافحہ تصریح تھی کہ وہ کراہت صرف اس صورت میں ہے کہ لوگ نماز سے پہلے مل گئے ، باتیں
کر چکے ، ملاقات ہوئی ، اُس وقت مصافحہ ہرگز نہ ہوگا اور اس بعد سلام آپس میں مصافحہ کرنے لگے اور اگر
ایسا نہ ہو بلکہ یہی وقت ابتدائے نماز کا ہو کہ یہ اس وقت آیا کہ نماز شروع ہو گئی تھی یا شروع کا ارادہ تھا اب
بعد سلام مصافحہ کرے تو یہ یقیناً مصافحہ مستنود ہے کہ خاص اولیٰ نماز پر واقع ہوا ، ظاہر ہے کہ جماعت حید
میں اکثر لوگوں کی باہم یہی حالت ہوتی ہے کہ بعد سلام ان کی نماز اولیٰ نماز ہوتی ہے ، تو مرقاۃ کے طور پر
بھی انہیں معافہ سے اصلاً ممانعت نہیں ہو سکتی ۔ پھر معافہ حید شرکائے جماعت واحد ہی سے خاص
نہیں بلکہ تمام احباب جنہوں نے مختلف مساجد میں نمازیں پڑھیں اُس دن بلکہ دوسرے دن تک اولیٰ ملاقات
بعد الصلوٰۃ پر باہم معافہ کرتے ہیں ۔ یہ معافہ تو یقیناً ابتدائے نماز پر ہوتے ہیں ، جو جہارت مرقاۃ سے
برسبیل قیاس جناب اور جہارت فتاویٰ مکتوب سے صراحتاً ٹھیک موقع پر درست و بجا واقع ہیں ، اب لانکہ
ما نعیین زمانہ کا منع ، مصافحہ بعد نماز اور معافہ حید دونوں میں سب صورتوں کو عام و مطلق ، اور وہ آپ ہی کی
جہارت مستندہ کی رو سے باطل و ناحق ۔ پس اگر انہیں جہارتوں پر عمل فرمائیے تو تصریح فرمادیکھئے کہ نماز حید سے
پہلے جو لوگ مل جیتے ہیں صرف وہ بعد نماز معافہ نہ کریں ، اور جو ہتوز نہیں ملے انہیں معافہ بلا کراہت جائز و مباح
ہے ، یوں ہی ایک دوسرے کے پاس جو ملنے جاسکتے یا راہ میں ملتے ہیں وہ بھی بلا تاثر معافہ کریں خواہ پیش از نماز
یا بعد از نماز مل گئے ہوں یا نہ ملے ہوں کہ اس وقت تو ابتدائے نماز ہے ۔ ان سب صورتوں کا جواز آپ ہی کی
مستندات سے ثابت ۔ لاجرم آپ کو اس کی تصریح کرنا ہوگی ، اس کے بعد دیکھئے کہ حضرات ما نعیین آپ کو
کیا کہتے ہیں ، واللہ المستعان علی جمہالات الزمان (اور اللہ ہی وہ ہے جس سے زمانے کی جہالتوں
کے غلط یہ و ظلمی ہے ۔ ت)

ما شتم و اس سے زیادہ عجیب تر یہ ہے کہ ان لفظوں کے متعل ہی مرقاۃ میں اور تحقیق جلیل و نافع ،

خیالات مانعیں پر محیط قاطع تھی وہ بھی فعل میں نہ آئی، فرماتے ہیں:

ومع هذا اذا قصد مسلم يدّعي له مصداقاً فحقة
فلا ينبغي الاصرار على حقه بجنبه اليه لما
يقرب عليه من آفة يزيد على مراعاه
الادب فحاصله ان الابتداء بالمصداق
حينئذ على الوجه المشروع مكره
لا المجاذبة وان كانت قد يقال
فيه فوج معاونته على البدعة - والله
تعالى اعلم۔

یعنی یا آنکہ اُس صورت خاصہ میں کہ ملاقات پیش از
نماز کر چکیں، اور مصداقہ تحیت بعد نماز کریں، کراہت
مافی جاتی ہے، پھر بھی اگر کوئی مسلمان مصداقہ کے لئے
ہاتھ بڑھائے تو ہاتھ نہ کھینچنا چاہیے بلکہ مصداقہ
کر لیا جائے، اگرچہ اسے معاونت بدعت کہا جائے کہ
اس حالت میں مصداقہ نہ کرنا صرف ایک ادب و
اولیٰ تھا اور اب اس کے ترک میں مسلمان کی ایذا ہے
کہ وہ تو ہاتھ بڑھائے اور ہم ہاتھ کھینچ لیں، مسلمان

کی خاطر داری اُس ادب کی مراعات پر مقدم ہے، لہذا اس صورت میں کراہت نہیں بلکہ مصداقہ کرنا ہی چاہیے (ت)
لہذا انصاف! اس منصفانہ کلام کو مانعین زمانہ کے خیالات سے کتنا بعد ہے، یہ حضرات تو خواہی تو ناہی
اپنی شیخت بنانے اور شہرت پیدا کرنے کے لئے جماعات مسلمین کی مخالفت کو ذریعہ فخر اور غایت تشریح کے
ہوتے ہیں، مگر علمائے محققین مسلمان کا دل رکھنے کو رعایت ادب اور ترک مکروہات پر بھی مقدم جانتے اور ان
کے رسوم و عادات میں مخالفت کو مکروہ و باعث شہرت مانتے ہیں، و لہذا تصریح فرماتے ہیں کہ جب تک کوئی
شخص صریح و غیر قابل تاویل نہ آئی ہو، عادات اُناس میں مراعت ہی کر کے اُن کا دل خوش کیا جائے اگرچہ
وہ فعل بدعت ہو۔ عین العلم میں ارشاد ہوا:

اَلْاِسْرَارُ بِالنَّسَاقَةِ قِيَمًا لِّتَوَيِّتُهُ
وَمَعَارِضًا لِّاِفْتِ نَعْفِ سِرِّهِ

اُن امور میں لوگوں کی مراعت کر کے انہیں خوش کرنا
اچھا ہے جن (امور) سے شریعت میں ممانعت نہیں ہے۔

وال یعنی ادب و اولیٰ چھوڑنے سے مسلمانوں کی خاطر داری ہوتی ہے تو اوّل اولیٰ کی رعایت نہ کرے، دل مسلم کی رعایت
کرے، دل مسلم کو تکلیف پہنچانا اور اسے شکستہ کرنا ترک اولیٰ و مخالفت ادب سے زیادہ بُرا ہے، البتہ جہاں رعایت ادب و
اولیٰ اور مومن کا پکس خاطر دونوں جیں ہو سکتے ہیں وہاں بلاشبہ ترک ادب کا حکم نہیں، ہاں اگر کسی امر سے مراعت
ممانعت آئی ہے تو محض مسلمان کی خاطر داری کے لئے اُس امر ممنوع کا ارتکاب نہ کرے۔ (مترجم)

حَسَنٌ وَإِنْ كَانَتْ بِذَعَةٍ لَّهُ

اور لوگوں کے عہد میں وہ رائج ہو چکے ہیں خواہ بدعت
اور نواکھا دہی ہوں۔ (ت)

امام حجة الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی احياء العلوم شریف میں فرماتے ہیں :
الموافقة في هذه الامور من حسن الخيرة
والعشرة اذ المخالفة موحشة و
لكل قوم سمسور لا بد من مخالفة الناس
باخلا قهم كما ورد في الخبر لا سيما
اذا كانت اخلاقا فيها حسن العشرة و
المعاملة وتطبيب القلب بالمساعدة و
قول القائل امت ذلك بدعة لو يكن في
الصحابة فليس كل ما يحكم باباحته منقولا
عن الصحابة رضي الله تعالى عنهم وانما المحذور
بدعة تراغم سنة مأمورا بها ولم يقل النفي
عن شيء من هذا (الى قوله) وكذلك سائر انواع
المساعدات اذ اقتضت بها تطبيب القلب اعظم
عليها جماعة فلا بأس بمساعدة تهم حليها
بل التحسن المساعدة الا فيما ورد فيه
فهي لا يقبل التأويل

دیکھئے اہل بیت کے قلوب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ارشاد یہ ہیں، اللہ عز وجل جسے نیک توفیق دے وہی
ان نفیس الہی ہدایتوں پر عمل کرے۔

حضرات تابعین ان سے منزلوں دور ہیں ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم۔
بالجملہ اگر آپ کو مرقعات پر عمل ہے تو صاف تصریح فرمادیجئے کہ بعد عید جو شخص معافتے کو ہاتھ بڑھائے

اُس سے انکار ہرگز نہ کیا جائے بلکہ فوراً معاف کر لیں۔ افسوس کہ مرقاۃ سے سند لانا تو بالکل الٹا پڑا۔ مجھے جناب کی بزرگی سے امید ہے کہ شاید مرقاۃ شریف خود ملاحظہ فرمائی ہو بلکہ انھیں زمانہ جہارت میں قطع و برید و سرقہ کے عادی ہیں، کسی سارق نے آدمی جہارت کہیں نقل کر دی ہے آپ نے اُسی کے اعتماد پر استناد کر لیا، اب کہ پوری جہارت پر مطلع ہوتے ضرورتی کی طرف رجوع فرمائیے گا واللہ الموفق۔

تھم : بھگوانہ تعالیٰ ہماری تحقیقاتِ رائفہ سے آفتابِ روشنی کی طرح واضح ہو گیا کہ معافۃ عید کو بدعتِ مذمومہ سے کچھ ملا تو نہیں بلکہ وہ سنت و مباح کے اندر ہے، یعنی من حیث الاصل سنت اور من حیث الخصوص مباح، اور بقصدِ حسن محمود و تقویٰ، تو ظاہر ہوا کہ جہارت ردِ الحتمیہ ۱

اِذَا اسْرَدَدَ الْحُكْمُ بَيِّنَاتٍ سُنَّةٍ وَ
يَدْعَةُ الْاِثْمِ جب حکم کسی سنت و بدعت کے درمیان دائر ہو تو ترکِ سنت کو ارتکابِ بدعت پر ترجیح حاصل ہے (ت)

کو اس مسئلہ سے اصلاً تعلق نہیں کہ وہاں بدعت سے مراد بدعتِ مذمومہ ہے۔ جب تو اس سے بچنے کے لئے سنت کا چھوڑنا تک گوارا کیا اور نہ بدعتِ مباح سے بچنا خود ہی مطلوب نہیں، نہ کہ اس کے لئے سنت چھوڑ دینے کا حکم دیا جائے، و هذا ظاہر علی کل من لم يحفظ من عقل صافی (یہ ہر اس شخص پر دیاں ہے جسے پسندیدہ اور خالص عقل سے کچھ حقہ ملا ہے۔ ت)

و تھم : فتویٰ فقیر میں میاں اسماعیل دہلوی کی بھی جہارت تھی جس میں معافۃ عید کے تحسین ہونے کی صاف تصریح ہے، اُس سے جناب نے کچھ تعرض نہ فرمایا بلکہ مجبورۃً فتاویٰ و جہارات ردِ الحتمیہ مرقاۃ پیش فرمائیں۔ اس میں دو احتمال ہیں :

ایک وہ طائفہ انھیں جس کے خوگر ہیں یعنی ہفواتِ باطلہ و غرافاتِ ماطلہ میں دہلوی مذکور کو امام اکبر مانتے ہیں اور جہاتیں وہ بعلقب منقضت جس کا اس کے یہاں حد سے زاید جوش و غروش ہے اصول و فروع طائفہ کے خلاف لکھتا ہے دیوار سے مارتے ہیں۔

دوم یہ کہ جناب کو اس سے کچھ کام نہیں جو کلام اس کا تصریحاتِ امثالِ مرقاۃ و ردِ الحتمیہ کی مولوی صاحب لکھنوی کے خلاف ہو قابلِ قبول نہیں۔ اگر شقی اخیر مختار ہے اور جناب کی انصاف پسندی سے یہی مامول، تو صراحتہً اس کی تصریح فرما دیجئے کہ جو مسائل تقویۃ الایمان و صراطِ مستقیم و ایضاً الحق و غیرہ تصانیفِ شخص مذکور، مولانا علی قاری و علامہ رشامی یہاں تک کہ مولوی صاحب لکھنوی اور ان کے امثال کی

تصریحات سے رد ہوتے ہیں ان کا بطلان تسلیم فرماتے جائیے، امید کرتا ہوں کہ بہت مسائل نزاعیہ جن میں
جھگڑنے والے مافعیہ کو بے حد شور و شغب ہے یوں یا تحسن و جوہ انضال پائیں گے اور ہم آپ بتوفیقہ تعالیٰ
شخص مذکور کی ضلالت عقائد و لطائف مکاتیب پر متفق ہو کر حق واضح کے اعلان میں باہم فائدہ و معاون یک دیگر
ہو جائیں گے۔

وبالله التوفیق والوصول الی سواء الطریق، اور اللہ ہی کی طرف سے توفیق اور سیدھی راہ تک
و انحراد عن سائر اذی الحمد لله رب العالمین، و الصلوٰۃ والسلام علی سیدنا
المرسلین محمد و آلہ و صحبہ وسلم، اور درود و سلام پر رسولوں کے سردار محمد
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی آل و اصحاب سب
اجمعین، آمین !
پر۔ خداوند اقبال فرما۔ (ت)

کتبہ عبد المذنب | احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمد المصطفیٰ
النبی اکرامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم